اقبالیات (اردو)

جنوری تا مارچ، ۱۹۹۴ء

مدیر:
ڈاکٹر وحید قریشی

اقبال اکادمی پاکستان

عنوان	:	اقبالیات (جنوری تا مارچ، ۱۹۹۴ء)
مدیر	:	وحید قریشی
پبلشرز	:	اقبال اکادمی پاکستان
شہر	:	لاہور
سال	:	۱۹۹۴ء
درجہ بندی (ڈی۔ڈی۔سی)	:	۱۰۵
درجہ بندی (اقبال اکادمی پاکستان)	:	8U1.66V11
صفحات	:	۱۰۰
سائز	:	۵ء۲۴×۵ء۱۴ س م
آئی۔ایس۔ایس۔این	:	۰۰۲۱-۰۷۷۳
موضوعات	:	اقبالیات
	:	فلسفہ
	:	تحقیق

مندرجات

جلد: ۳۴ | اقبالیات: جنوری تا مارچ، ۱۹۹۴ء | شمارہ: ۴

اقبالیات (اردو)

جنوری ۔ مارچ ۱۹۹۴ء

مدیر

ڈاکٹر وحید قریشی

نائب مدیر — محمد سہیل عمر

معاون مدیر — ڈاکٹر وحید عشرت

معاونین — احمد جاوید ۔ انور جاوید

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶۔ میکلوڈ روڈ لاہور

مقالات کے مندرجات کی ذمہ داری مقالہ نگار حضرات پر ہے۔ مقالہ نگار کی رائے اقبال اکادمی پاکستان' لاہور کی رائے تصور نہ کی جائے۔

یہ رسالہ اقبال کی زندگی' شاعری اور فکر پر علمی تحقیق کے لیے وقف ہے اور اس میں علوم و فنون کے ان تمام شعبہ جات کا تنقیدی مطالعہ شائع ہوتا ہے جن سے انھیں دلچسپی تھی مثلاً اسلامیات' فلسفہ' تاریخ' عمرانیات' مذہب' ادب' آثاریات وغیرہ۔

معتمد مجلس ادارت "اقبالیات" ۱۱۶ میکلوڈ روڈ' لاہور (فون : ۳۵۷۲۱۴)
کے پتے پر ہر مضمون کی دو کاپیاں ارسال فرمائیں۔ اکادمی کسی مضمون کی گمشدگی کی کسی طرح بھی ذمہ دار نہ ہوگی۔

بدل اشتراک

پاکستان

فی شمارہ	۳۰ روپے
زر سالانہ	۱۰۰ روپے (چار شمارے)

بیرونی ممالک

اداروں کے لیے	۱۵ ڈالر سالانہ
فی شمارہ	۴ ڈالر

(بشمول ڈاک خرچ)

ناشر: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۱۶ میکلوڈ روڈ لاہور فون : ۳۵۷۲۱۴
پرنٹرز : اظہر سنز پرنٹرز ، ۸-۱ لٹن روڈ لاہور فون : ۲۱۱۳۷۲

اقبالیات (اردو)

(اقبال ریویو)

شمارہ ۴	جنوری' مارچ ۱۹۹۴ء	جلد ۳۴

ترتیب

شخصیات

فکریات

کتابوں پر تبصرے

تدوین

قلمی معاونین

۱۔	ڈاکٹر محمد ریاض	چیئرمین شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
۲۔	محمد حنیف شاہد	کتابدار شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض سعودی عرب
۳۔	ڈاکٹر خورشید رضوی	شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، لاہور
۴۔	ڈاکٹر وحید عشرت	معاون ناظم (ادبیات) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور
۵۔	خادم علی جاوید	کتابدار، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

اقبال

اور

سوامی رام تیرتھ

محمد حنیف شاہد

"میں شان رسالت" کو جس آنکھ سے دیکھتا ہوں' ظاہری مسلمان نہیں دیکھ سکتے' نہ میں ظاہری مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہوں' جن کو میں مسلمان جانتا ہوں' ان کی کفش برداری میرا فخر ہے۔ میں مسلمان ہوں ان مسلمانوں میں' اور ہندو ہوں ان ہندوؤں میں جن کے دل میں خدا کی محبت ہے۔ میں اس وحدہ' لاشریک کو ایک جانتا ہوں' ایک مانتا ہوں' شرک سے نفرت کرتا ہوں' کفر پر لعنت بھیجتا ہوں۔" (۱)

یہ تھے سوامی رام تیرتھ جو اعلیٰ درجے کے عالم و فاضل تھے اور تلسی داس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندان کی گدی پشاور (گڑھی کپورہ) میں اب تک موجود ہے۔ آپ کا میلان طبع اوائل عمر میں ہی عشق الٰہی اور علم و ادب کی طرف ہو گیا تھا (۲)۔

سوامی رام تیرتھ ۲۲ اکتوبر ۱۸۷۳ء کو مراری والا گاؤں ضلع گوجرانوالہ میں دیوالی کے دن پیدا ہوئے۔ اصلی نام تیرتھ رام تھا (۳)۔ چھ سال کی عمر میں پرائمری سکول سے تعلیم شروع ہوئی اور علاوہ دیگر کتب کے آپ نے مدرسے کے سرتاج مدرس مولوی محمد علی سے گلستان و بوستان پڑھیں اور پانچ سال کے بجائے تین سال میں پرائمری (ابتدائی تعلیم) کی سند حاصل کی اور درجہ اول میں داخل ہو گئے (۴)۔ ڈاکٹر گیان چند کا بیان ہے:

"گاؤں کے پرائمری سکول میں پڑھنے کے بعد گجرانوالہ میں مقیم والد کے دوست بھگت دھنا رام کی نگہداشت میں بھیج دیے گئے۔ تیرتھ رام نے دھنا

رام کو اپنا گرو مانا۔ اپریل ۱۸۸۸ء میں تیرتھ رام نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ صوبے میں ۳۸واں مقام ملنے کی وجہ سے انھیں ناامیدی ہوئی "(۵)۔

لیکن ایک دوسری روایت کے مطابق رام تیرتھ "میٹرک کے امتحان میں ضلع گجرانوالہ میں اول آئے "(۶)۔ڈاکٹر گیان چند کے مطابق مئی ۱۸۸۸ء میں رام تیرتھ نے فارمن کرسچین کالج (جو ان دنوں مشن کالج تھا) لاہور میں داخلہ لیا۔ مالی وسائل نہ تھے۔ انھوں نے ایک روپیہ مہینہ پر ایک چوبارہ کرائے پر لیا۔ انھیں کچھ روپیہ دھنا رام بھیج دیتے تھے، کچھ ٹیوشن پڑھا کر حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے ایف اے معمولی نتیجے کے ساتھ پاس کیا۔ ان کا زیادہ وقت مذہب، روحانیت اور مراقبے میں گزرتا تھا۔ معاشی جدوجہد سے ان کی صحت پر اثر پڑا اور وہ بی۔ اے میں فیل ہو گئے" (۷)۔

لیکن سرکاری نوٹیفکیشن سے ڈاکٹر گیان چند کے مذکورہ بالا بیان کی تردید ہوتی ہے۔ سرکاری اعلان کے مطابق تیرتھ رام نے ۱۸۹۳ء میں بی۔ اے کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ مشن کالج لاہور کی طرف سے امتحان دیا۔ اسی سال چودھری شہاب الدین نے گورنمنٹ کالج لاہور کے امیدوار کی حیثیت سے امتحان دیا اور درجہ دوم میں پاس ہوئے۔ تیرتھ رام نے بی۔ اے میں تین اعزازات حاصل کیے :۔

اول : انھیں بی۔ اے کے امتحان میں سب سے اعلیٰ پوزیشن لینے پر آرنلڈ سلور میڈل دیا گیا۔

دوم : بی۔ اے کے امتحان میں اول آنے پر پینتیس (۳۵) روپے ماہوار وظیفہ (فلر پرائز) دیا گیا۔

سوم : بی۔ اے کے امتحان میں ریاضی (اے۔ بی) میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے پر "لوئس پرائز" دیا گیا (۸)۔

چونکہ ان دنوں مشن کالج لاہور میں ایم۔ اے کی کلاسز نہیں کھلی تھیں، چنانچہ رام تیرتھ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔ اے میں داخلہ لے لیا۔ اس امر کی وضاحت کر دینا مناسب ہو گا کہ علامہ اقبال نے ۱۸۹۳ء میں انٹرنس پاس کر کے انٹرمیڈیٹ میں داخلہ لے لیا۔ اس طرح رام تیرتھ علامہ اقبال سے گورنمنٹ کالج میں چار سال سینئر تھے۔

بہرحال، رام تیرتھ نے ۱۸۹۵ء میں ایم اے ریاضی پاس کیا۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی کا بیان ہے: "انھوں نے میٹرک سے لے کر ایم۔ اے تک تمام امتحانات درجہ اول میں امتیازی نمبروں کے

ساتھ پاس کیے " (۹)۔

مولانا غلام رسول مہر رقم طراز ہیں کہ :

" (تیرتھ رام نے) گورنمنٹ کالج سے ایم ۔ اے پاس کیا۔ پرنسپل ان کا نام (EAC) ای ۔ اے ۔ سی کے بھیجنا چاہتا تھا' جب انہیں معلوم ہوا تو بے اختیار اشک بار ہو گئے اور پرنسپل سے کہا:

" میں نے علم کسی عہدے کے لیے حاصل نہیں کیا۔ میں خدا کے بندوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں " (۱۰)۔

مختصر یہ کہ تیرتھ رام کچھ عرصے تک سیالکوٹ امریکن مشن ہائی سکول میں بطور سیکنڈ ماسٹر مامور رہے' ازاں بعد مشن کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر مقرر ہو گئے ۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایونگ انہیں پسند کرتے تھے۔ ایک بار کالج ہال میں ان کا لیکچر کرایا گیا' اس میں انہوں نے دعویٰ کیا:

" ایک بار میں عیسیٰ مسیح بن کر پیام دینے آیا تھا۔ مجھے غلط سمجھا گیا' اس لیے میں دوبارہ حاضر ہوا ہوں " (۱۱)۔

" انا الحق " قسم کے اس دعوے پر مسیحی لوگ ناراض ہو گئے اور انہیں کالج سے برطرف کر دیا گیا۔ انہوں نے انگلستان میں مزید تعلیم کے لیے اسکالر شپ کی درخواست دی لیکن وہ منظور نہ ہوئی۔ تب یہ مری کالج سیالکوٹ میں پروفیسر ہو کر چلے گئے لیکن ایک سال کے بعد پھر مشن کالج میں ریاضی کے سینئر پروفیسر ہو کر واپس آ گئے ۔ (۱۲)

بالآخر مشن کالج لاہور کی ملازمت سے ۱۸۹۹ء میں استعفیٰ دے کر اپنی زندگی اہل ملک کے لیے وقف کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ بعض لوگوں نے سمجھا کہ رام تیرتھ پاگل ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سنتے ہی اقبال نے کہا: " اگر رام تیرتھ پاگل ہے تو اس دنیا میں عقل مندی کا کہیں وجود نہیں " (۱۳)۔ مشن کالج لاہور میں رام تیرتھ کے طالب علم اور استاد کی حیثیت سے قیام اور خدمات کے سلسلے میں لکھا ہے :

" But the most well knowm name is that of Tirath Ram. Tirath Ram was a mathematical genius' he topped the list of every University examination mathematics. For seven years from 1889 until

1896, he was connected with the College' both as a student and as a teacher". (14)

تیرتھ رام کی طالب علمی کا بیشتر زمانہ فقر و فاقہ میں بسر ہوا لیکن ان کا علمی شغف جسمانی آسائشوں کے فقدان کو بھی محسوس نہ ہونے دیتا۔ بعض اوقات وہ اپنے چراغ نیم شب کو روشن رکھنے کے لیے ایک وقت کا فاقہ بھی گوارا کر لیا کرتے تھے۔ انھیں حصول علم کے ساتھ تزکیہ باطن اور تربیت نفس کی طرف بھی توجہ رہتی تھی۔ مصائب و آلام کی بھٹی میں تپ کر ان کی شخصیت خوب سے خوب تر سانچے میں ڈھلتی رہی۔ تعلیم کے آخری مدارج تک پہنچتے پہنچتے وہ سلوک و معرفت کے کئی مقامات طے کر چکے تھے...... رفتہ رفتہ ان کے جذب و شوق کا عالم ہی کچھ اور ہو گیا۔ چنانچہ وہ گرمیوں کی تعطیلات کشمیر کی وادیوں اور "کیدار ناتھ" کی تنہائیوں میں گزارنے لگے جہاں ان کی مضمحل روح نئی توانائی اور پاکیزگی حاصل کرتی تھی۔ (۱۵)

وہ ہر قسم کے امتیازات ختم کرنے 'امید و بیم سے آزادی اور شراب معرفت پی کر اپنے آپ کو خدا کے رنگ میں رنگنا چاہتے تھے:

" Come, let us drink deep and deeper still. O dead drunk! we weed out the sense of division, pull down the walls of limited existence, and set at large That Unveiled Bliss".

Set on fire the meum and tuum, cast to the four winds, all fear and hope; eliminate differentiation; let the head be not distinguished from the foot". Surely, it is thy light. God is the only reality".16

مشن کالج لاہور سے فارغ ہونے کے بعد جنوری ۱۸۹۹ء میں وہ بحیثیت "اسٹینٹ ریڈر فیلو" پنجاب یونیورسٹی اور مینتل کالج لاہور سے وابستہ ہو گئے۔ انھیں صرف پچھتر روپے ماہوار وظیفہ ملتا تھا لیکن یہاں یہ سہولت تھی کہ صرف دو گھنٹے روزانہ (ریاضی) پڑھانا پڑتا تھا اور انھیں ذکر و فکر اور گیان دھیان کے مشاغل کے لیے کافی وقت مل جاتا تھا۔ تاہم یہ ملازمت بھی انھیں راس نہ آئی۔ اب وہ اس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں تمام مروجہ علوم ہیچ نظر آتے ہیں۔ (۱۷)

اقبال اور سوامی رام تیرتھ

رام تیرتھ نے "الف" کے عجیب و غریب نام سے اردو میں ایک رسالہ جاری کیا جس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر "اکو الف ترے درکار" اور اس کے نیچے یہ شعر درج تھا۔

مذہب عشق از ہمہ ملت جدا ست
عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست

رام تیرتھ کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے جن میں اردو، پنجابی، ہندی، سنسکرت، فارسی، انگریزی، فرانسیسی اور جرمن شامل ہیں۔ چنانچہ موصوف کی ہندی اور انگریزی تصانیف ایک درجن سے زیادہ ہیں۔ رام تیرتھ نے رسالہ "الف" اپنے پیشوا کی تجویز اور تاکید پر جاری کیا اور رسالے کا نام بھی ان کی تجویز کے مطابق "الف" رکھا۔ یہ رسالہ اپنی بالکل نرالی وضع قطع اور مدعا لے کر نکلا۔ اگرچہ مختلف قسم کے رسالے مختلف مقصد اور مدعا لے کر نکل چکے ہیں لیکن تصوف کی روح پھونکنے والا اور اس کے فلسفے کو بآسانی سمجھانے والا کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا۔ یہ رسالہ ہر طرح سے اپنے ڈھنگ اور نمونے کا واحد رسالہ تھا، اور اس کا عنوان بھی دنیا سے نرالا تھا۔ جس مدعا اور منشا سے یہ رسالہ جاری ہوا تھا، اس کا مختصر سا حال مندرجہ ذیل "اعلان" میں موجود ہے، جو رسالے کے اجراء کے وقت ناظرین میں تقسیم کیا گیا۔

"ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
اکائی ذات میں میری ہزاروں رنگ ہیں پیدا
مزے کرتا ہوں میں کیا کیا، اہاہا، اہاہا

کروڑ میں پوری کروڑ اکائیاں ہوتی ہیں اور لاکھ میں کئی لاکھ اکائیوں سے مرکب ہوتا ہے لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار کا نظارہ دکھانے والا "ہمہ یک است چہ و چہ صد چہ ہزار" کی جھلک دکھانے والا اور باتا، شا وغیرہ کو ایک "الف" میں لانے والا رسالہ "الف" نمودار ہوا ہے..... نئی روشنی والوں کے لیے بھی روحانی غذا کافی ہوگی"۔

"الف" کو ناموری (Credit) کی ضرورت نہیں ہے اور الزام (Censor) کا ڈر نہیں ہے۔ وہ تو اپنے آنند سے موجزن ہوتا ہے۔ اس کے بھاؤیں تو "برہم" کے سوا دنیا، دنیا ہے ہی نہیں

پیارے! "انا الحق" کا نعرہ ایک دفعہ تو ہر مرد و زن سے سنائی دے گا"۔ (۱۸)

"رسالہ "الف" ــــــ شروع سال ہی سے اس نام کا ایک رسالہ لاہور سے جاری ہوا ہے۔ اس کے تین نمبر ہماری نظر سے گزرے ہیں، مگر ایک سے ایک بڑھ کر۔ مسائل تصوف کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ اس سے بہتر کیا ہو گا۔ رام تیرتھ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اس کے ایڈیٹر ہیں جن کو انگریزی، فارسی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں کامل دسترس حاصل ہے اور ویدانت کے مسئلوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔ شائقین تصوف ضرور دیکھیں کہ فیثا غورث، شنکرا چاریہ، حافظ شیراز، مولانا روم، عمر خیام، شوپن ہار اور سپکس طرکی فلاسفی کس سحربیانی کے ساتھ اردو زبان میں ادا کی جاتی ہے۔ یہی فلاسفی ہے جو ساری حکمت کا خلاصہ ہے اور جملہ علوم کا عطر ہے..... یہی فلاسفی ہے جو بیمار کو تندرست، قیدی کو آزاد، غلام کو آقا اور گدا کو بادشاہ بناتی ہے۔" (۱۹)

"رسالہ "الف" نام کا ایک تصوف و اخلاق کا ماہوار رسالہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے، نصیحت و حکمت اور اخلاق و تصوف کا ایک دریا ہے۔ اس کا پانی (مضامین) آب حیات ہے۔ اس وقت کسی فرد و بشر کو پیاسا نہیں رہنا چاہیے۔" (اخبار آفتاب پنجاب لاہور" جلد ۳۵ نمبر ۳) (۲۰)

"اخبار "الف" ــــــ یہ ایک ماہوار رسالہ یا اخبار کا نام ہے جو علم تصوف اور ویدانت میں ماہ جنوری ۱۹۰۰ء سے لاہور میں باہتمام رام تیرتھ نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کا واجب التعظیم فاضل ایڈیٹر جیسا کہ علوم ریاضی میں ایم۔ اے کا ڈگری یافتہ ہے، ویسا ہی زبان اردو و فارسی میں ایک قادر الکلام اور سحربیان ادیب ہے جس کے موثر فقرات کانوں میں اترتے ہی نیشتر بن کر قعر رگ و جاں پر جا بیٹھتے ہیں اور اپنے عجیب و غریب اثر سے آدمی کو مسحور کر کے طبیعت پر ایک وجد کا عالم پیدا کر دکھاتے ہیں۔ جا بجا اشعار بھی اس خوبصورتی سے درج کیے گئے ہیں جس سے علامہ کی علمی فضیلت اور خداداد قابلیت اور ہمہ دانی، سحربیانی کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے، غرض، ایک تو تحریر کا موضوع نفس مضمون (مسئلہ عرفان کا بیان) بجائے خود ہی ایک گوہر نایاب تھا۔ ساتھ ہی اس کے فصاحت و بلاغت کا وہ دریا بہایا ہے جس نے رسالہ کو نور علیٰ نور بنا دیا ہے۔ بہرحال، یہ نادر الوجود تحفہ قابل دید شے ہے"۔

(اخبار کوہ نور لاہور جلد ۵۳ نمبر ۴) (۲۱)

"رسالہ "الف" کے قریباً اٹھارہ شمارے شائع ہوئے جو دو سال کی جلدیں گردانے گئے۔

اس میں سوامی رام تیرتھ کے عارفانہ مضامین' اردو و فارسی کلام اور انہی کے ترجمہ شدہ بھگوت گیتا اور اپنشد کے مضامین شائع ہوئے ۔ اس میں اردو' ہندی' فارسی' انگریزی عبارات کے علاوہ عربی اشعار بھی بکثرت استعمال کیے گئے"۔ (۲۲)

"رسالہ "الف" آنند پرکاش پریس لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ مطبع اور رسالہ ــــــ ہردو کا انتظام و انصرام نرائن کھتری کے سپرد تھا اور مالی امداد لالہ ہرلعل کے ذمہ تھی اور پرنٹرو پبلشر بندیش پوری کاایش تھے جبکہ ادارت کی ذمہ داری سوامی رام تیرتھ کے سپرد تھی ۔ اس وقت ان کی عمر اٹھائیس برس تھی۔۱۹۰۱ء کے آخر میں رسالہ مذکور بند ہو گیا"۔ (۲۳)

رام تیرتھ کے علامہ اقبال سے کب تعلقات ہوئے' مشن کالج لاہور میں قیام کے دوران جبکہ وہ ریاضی کے پروفیسر تھے یا گورنمنٹ کالج لاہور میں قیام کے دوران جب وہ ایم ۔ اے ریاضی کے طالب علم تھے ؟ رام تیرتھ کا مشن کالج لاہور سے تعلق سات سال یعنی ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۸۹۶ء تک رہا۔ اس زمانے میں اقبال' گورنمنٹ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھے' ممکن ہے اس زمانے میں ان کی ملاقات ہوئی ۔ اقبال کے عزیز ترین دوست شیخ عبدالقادر بھی ۱۸۹۵ء میں مشن کالج لاہور سے بی ۔ اے پاس کر کے "پنجاب آبزرور" سے منسلک ہو چکے تھے۔ جنوری ۱۸۹۹ء میں رام تیرتھ اور ینٹل کالج لاہور سے وابستہ ہوئے' اس وقت اقبال ایم ۔ اے کے طالب علم تھے (ایم ۔ اے کا امتحان دے چکے تھے اور نتیجہ جون ۱۸۹۹ء میں نکلا)۔ اغلب ہے کہ اسی زمانے میں دونوں کے مابین ملاقات ہوئی ہوگی ۔ اس کی تصدیق صاحب "عروج اقبال" کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے :

> "اورینٹل کالج سے اس سہ سالہ وابستگی کے زمانے کا ایک اور اہم اور معنی خیز واقعہ اقبال اور سوامی رام تیرتھ کی ملاقات و رفاقت ہے ۔ سوامی جی بقول ڈاکٹر سڑاٹن نہایت ذہین اور ہرلحاظ سے پرکشش انسان تھے ۔ اقبال کے ہم عصر و ہم مشرب اور صاحب حال و یدانتی صوفی تھے ۔ اگرچہ اورینٹل کالج میں صرف ایک سال تک ان دونوں کا ساتھ رہا لیکن ذہن و مزاج کی ہم آہنگی کی بنا پر یہ مختصر رفاقت پائدار دوستی کی بنیاد بن گئی اور محبت و یگانگت کا یہ رشتہ اس شعلہ مستعجل کے بجھنے یا بالفاظ اقبال "قطرۂ بیتاب" کے ہم آغوش دریا ہونے تک برابر استوار رہا ۔ اقبال کی طرح ان کی طبیعت بھی شاعرانہ احساس و تخیل اور

فلسفیانہ بصیرت و تفکر کی جامع تھی۔ شعر و ادب کے دائرے میں بھی دونوں کے
"ذوقیات" میں بڑی یک رنگی پائی جاتی ہے۔ سوامی جی خود بھی شاعر تھے اور
مغربی و مشرقی ادبیات پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ فارسی زبان سے آشنا اور کلام حافظ
کے دلدادہ تھے۔ اورینٹل کالج میں سوامی جی نے اقبال سے مثنوی معنوی کے
مطالعے میں مدد لی اور اقبال نے ان سے سنسکرت زبان سیکھی۔ یہی نہیں بلکہ
ویدوں اور ویدانتی فلسفے کے مطالعے میں بھی ان سے مستفید ہوئے"۔ (۲۴)

اقبال بھی اس نئے دبستان فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں ذاتی مطالعے اور تحقیق کی بنا پر معلوم ہوا کہ گیتا اور اپنشد کی رو سے بت پرستی کا کوئی جواز نہیں بلکہ ویدانت نے تو خدا کی وحدانیت کے تصور کو انتہا درجے تک پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایک جگہ اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ ہندو مذہب کو شرک کا مجرم گردانا میرے نزدیک صحیح نہیں۔ ان کے احباب میں سوامی رام تیرتھ جیسے موحد بھی تھے جو شرک سے نفرت کرتے تھے اور کفر پر لعنت بھیجتے تھے۔ اقبال انہیں اگر کافر نہیں کہتے تھے تو ایسے ہی ہندوؤں کو نہ کہ دیوی دیوتاؤں کے پجاریوں اور عام بت پرستوں کو۔ یہ حقیقت ہے اس اعتراض کی جو حضرت زاہد کی طرف سے اس شعر میں وارد ہوا ہے۔

سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا
ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی (۲۵)

اس سلسلے میں ڈاکٹر سید سلیم وارثی کا بیان خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ ڈاکٹر وارثی، سوامی رام تیرتھ کے پڑوسی تھے اور انہیں سوامی جی سے ملاقاتوں کا موقع بھی ملا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان ملاقاتوں کا ذکر ایک مضمون میں کیا جو ان کے زمانہ ادارت "مخزن" میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

"پنجاب کے ہونہار روحانی باخدا لوگوں میں سے میں نے اس شخص کو
دیکھا۔ یہ تعلیم یافتہ ایم۔ اے ایک بہت ذکی الطبع اور خوش خلق جوان العمر
بزرگ تھے۔ مجھے ان سے ملنے کا یوں اتفاق ہوا کہ جب ان کی طبیعت نے آلام
دنیاوی سے اختلاج کیا' یہ ترک دنیا کر کے پنجاب سے چلے گئے اور کس کس مقام
پر رہے' یہ تو مجھے علم نہیں مگر ان کا قیام کچھ عرصہ تک "اچھیانی" میں بھی رہا۔
"اچھیانی" میرے مکان سے بہت قریب جگہ ہے۔ یہ جس مقام پر سکونت کرتے

تھے' وہ گنگاہ کا دہانہ تھا۔ اکثر مجھے ان سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔

سوامی جی کو حافظ اور شمس کی غزلیں اکثرورد زبان تھیں۔ لوگوں نے عرصہ تک سوامی جی کو مسلمان جانا۔ وہ کبھی کبھی مسجد میں آکر قرآن کی تلاوت بھی کرنے لگتے تھے' اور اس کا مطلب لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ کبھی وہ مندر میں بھی چلے جاتے تھے۔ جب ان سے کوئی پوچھتا تھا کہ آپ ہندو ہیں یا مسلمان تو وہ یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے۔

نہ ہندوم نہ مسلماں نہ کافرم نہ یہود

بہ حیرتم کہ سر انجام ما چہ خواہد بود" (۲۶)

اگرچہ سوامی رام تیرتھ نے انسانی خودی کی عظمت کے گن گائے ہیں' لیکن چونکہ ان کا یہ تصور ویدانتی فلسفے سے ماخوذ ہے' لہٰذا انسانی خودی کی عظمت بھی محض اپنی الوہیت کے شعور واحساس (اور انسانیت کی نفی) پر مبنی ہے (۲۷)۔ خودی کے متعلق ان کا نقطہ نظر یوں ہے:

"As self is Anand, and is the All, therefore, Self-realization means Realization of my own self as Supreme bliss crystallized into the whole-world".28

ایک دوسرے مقام پر "خودی" کی عظمت اس طرح بیان کرتے ہیں:

" The world --- its inmates, relations, and all are vanishing quantities if you please to assert the majesty of your real Self"

Inspect, observe, and watch or do anything; but do all that in the light of your True Self, that is to say, forget not that your Self is above all that and beyond all want".29

سوامی رام تیرتھ اپنے فلسفہ خودی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" Everything will come out in due time beautifully without any impatience on our parts. Just live in God, as God

Not the body, not the mind,

No relations, no connections,

Constitute your Self.

Nothing but God is,

Nothing but God is your Self". 30

سوامی رام تیرتھ نے ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء کے دوران جو خطبات دیے' ان میں قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں جن سے ان کے فلسفہ خودی کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے :

1. Happiness within;
2. Expansion of Self;
3. The Infinite in the Finite;
4. The Sun of life on the wall of mind;
5. The Real Self;
6. Idealism and Realism Reconciled;
7. Realism and Idealism;
8. Man: The Master of his Own Destiny;
9. After Death

and

10. A am all Light. 31

اور مشن کالج میں ڈیڑھ سال گزارنے کے بعد جولائی ۱۹۰۰ء انھوں نے استعفیٰ دے دیا۔ ۴جولائی کے ایک خط میں مسٹر سٹرائن لکھتے ہیں :

"آج وہ ترک دنیا کر کے اور حصول معاش کی تمام فکروں سے آزاد ہو کر اپنی اس دیرینہ آرزو کی تکمیل کے لیے رخصت ہو رہے ہیں کہ وہ اپنی ساری توجہ ذکر و فکر اور مذہبی تبلیغ میں صرف کریں گے ..... وہ ایک مکمل ویدانتی ہیں"۔

جیساکہ ڈاکٹر سٹرائن نے لکھا ہے' ان کا یہ اقدام ایک "دیرینہ آرزو" کی تکمیل کے لیے تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ دنیا کے سامنے ایک مبلغ کی حیثیت سے پیش ہونے سے پہلے ویدانتی تعلیم کو اپنی شخصیت

میں پوری طرح رچا بسالیں ۔ اسی مقصد سے وہ ہمالیہ کی پر اسرار وادیوں اور جنگلوں میں معجزہ کار مہاتماؤں کے زیر تربیت جپ تپ 'یوگ سنیاس کے مراحل سے گزرے اور کئی ماہ بعد جنوری ۱۹۰۱ء میں جوگیوں کا گیروا لباس پہنے ہوئے 'لاہور میں پھر نمودار ہوئے۔ اقبال سے ملاقاتوں میں اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کیا کرتے تھے جن کی جھلک " ہمالہ " کے متروک حصوں میں نمایاں ہے ۔" (۳۲)

اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں :

"ان کی اہلیہ 'بیٹا مدن موہن اور بھتیجا ان کے ساتھ رہتے تھے 'لیکن یہ تنہا نظر آتے تھے۔ گھنٹوں آنکھیں بند کیے مراقبے میں بیٹھے رہتے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ ایک دفعہ یہ گرمیوں کی چھٹیوں میں ہردوار' رشی کیش اور ہمالیہ تک گئے اور بمشکل واپس آنے کو تیار ہوئے ۔ کچھ دنوں بعد پھر ہردوار گئے اور آخر کار گھر بار تیاگ کر سنیاس لے لیا۔ تپ جپ کرنے لگے ۔ ملک کے طول و عرض میں لوگوں کو ویدانت کا درس دیتے پھرے۔ پھر خیال آیا کہ ویدانت کا نور ملک سے باہر بھی پھیلانا چاہیے 'چنانچہ یہ امریکہ چل دیے ۔ جب ان کا جہاز امریکہ پہنچنے کو تھا تو پڑوس کے ایک مسافر نے پوچھا "تم امریکہ میں کس کو جانتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "ہاں ! میرا ایک دوست ہے جو وہاں میرا انتظام کرے گا۔" ہمراہی نے پوچھا " وہ کون ہے "؟ انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا " وہ تم ہو۔" چنانچہ یہی ہوا ۔ اس اجنبی ہمراہی نے امریکہ میں ان کی میزبانی کی "۔ (۳۳)

سوامی رام تیرتھ کا الوہیت یا وحدانیت کے بارے میں جو نقطہ نظر تھا' اس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :

" A person can never realize his unity with God, the All, except when unity with the whole nation throbs in every fibre of his frame". 34

سوامی رام تیرتھ دس سال کے اندر اندر ہند سے اندھیرا دور کر کے ویدانت کا نور پھیلانا چاہتے اور ہند کو وہی عظمت رفتہ واپس دلانا چاہتے تھے :

" Whether working through many souls or alone, I seriuosly promise to infuse true life and dispel darkness and weakness from India within ten years; and within the first half of the twentieth century, India will be restored to more than its original glory".35

بہرحال، ہند میں ویدانت کا درس دینے کے بعد وہ اس روشنی کو پھیلانے کے لیے امریکہ چل دیے۔ انہوں نے امریکہ جانے سے قبل جاپان کا سفر کیا، وہاں سے امریکہ گئے، اور دو سال تک امریکہ میں تبلیغ کا کام کیا، بلکہ بقول ڈاکٹر گیان چند:

"امریکہ کو ویدانت کی روشنی سے خیرہ کر دیا۔ امریکیوں میں ان کی مقبولیت دیکھ کر مسیحی پادریوں کو ان سے حسد ہونے لگی۔ انہوں نے ہنگامہ کھڑا کرنا چاہا لیکن ناکام ہوئے۔" (۳۶)

امریکہ سے واپس آکر سوامی رام تیرتھ رشی کیش کے پاس لکشمن جھولا آ گئے۔ وہاں سے اپنے گرو کو نومبر ۱۹۰۶ء میں خط لکھا:

"آپ اور میں ایک ہیں، مزید کچھ لکھنے کو نہیں ہے۔"

یعنی وہ پوری طرح "ہمہ اوست" ہو گئے تھے۔ نومبر ۱۹۰۶ء میں دیوالی کے دن کشاگھاٹ کے پاس گنگا میں نہانے کے لیے داخل ہوئے۔ پہاڑی ندی میں سیلاب آیا ہوا تھا۔ موجیں زور دار تھیں۔ سوامی جی پانی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ کنارے سے چیلے چلائے کہ آگے نہ جایئے لیکن یہ بڑھتے رہے اور وسط دریا میں پہنچ کر غائب ہو گئے۔ تین دن تک ندی میں ان کے جسد خاکی کی تلاش کی گئی، نہ ملا لوگوں نے سوچا کہ لاش بہ کر نیچے چلی گئی ہو گی لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب تین دن کے بعد ان کا جسد خاکی عین اسی مقام سے برآمد ہوا جہاں وہ غرقاب ہوئے تھے۔ وہ سادھی کے آسن میں تھے، "آنکھیں بند تھیں، روح خالق کے پاس چلی گئی تھی"۔ (۳۷)

جب سوامی رام تیرتھ فوت ہوئے، اقبال اس زمانے میں بسلسلہ تعلیم یورپ میں تھے۔ اس سانحے سے متاثر ہو کر انہوں نے "سوامی رام تیرتھ" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو سات اشعار پر مشتمل ہے اور بانگ درا میں درج ہے۔ یہ نظم "مخزن" بابت جنوری ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ قابل ذکر

بات یہ ہے کہ مدیر "مخزن" شیخ عبدالقادر بھی اس وقت انگلستان میں قیام پذیر تھے اور بار ایٹ لاء کر کے جولائی ۱۹۰۷ء میں وطن واپس آئے۔ اقبال نے سوامی رام تیرتھ کو جو خراج عقیدت پیش کیا، مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بے تاب تو
پہلے گوہر تھا، بنا اب گوہر نایاب تو

آہ، کھولا کس ادا سے تو نے راز رنگ و بو
میں ابھی تک ہوں اسیر امتیاز رنگ و بو

مٹ کے غوغا زندگی کا شورش محشر بنا
یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آزر بنا

نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا
'لا' کے دریا میں نہاں موتی ہے 'الا اللہ' کا

کیا کہوں زندوں سے میں اس شاہد مستور کی
دار کو سمجھے ہوئے ہیں جو سزا منصور کی (۳۸)

آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں اقبال کو "اس شاہد مستور" اور "انا الحق" کا دم بھرنے والے "منصور" سے کس حد تک تعلق خاطر تھا، جس کا خاص سبب یہ ہے کہ سوامی رام تیرتھ ایک "وسیع المشرب صوفی" اور "درویش خدا مست" تھے (۳۹)۔ اس امر کی وضاحت سوامی رام تیرتھ نے خود ان الفاظ میں کی ہے:

"People are coming in crowds to see Rama, and this must be closed. God and I. All this day we will go together, the night ever insatiate of love we will sleep together and rise early and go forward in the morning wherever the steps shall lead".40

اسی طرح "من تو شدم 'تو من شدی" کے مصداق ایک اور مقام پر خدا سے التجا کرتے

ہیں:

"Bathe me, O God! in thee, mounting to thee, I and my soul to range, in range of thee."41

ان کا ایقان تھا کہ خدا قادر مطلق ہے اور اس کا جلوہ (نور) ہر شے میں پنہاں ہے۔ ہر چیز فانی ہے:

"God is! God is real, God is the only reality. Let everything go. God, God alone is the all in all."42

سوامی رام تیرتھ بزعم خود "من و سلویٰ" کھاتے تھے اور "ظاہر و باطن" میں خدا کا پرتو تھے' یعنی "انا الحق" کا نعرہ لگاتے تھے:

"I eat of the heavenly manna, I drink of the heavenly wine, God is within and around me, All good is for ever mine."43

سوامی جی کے مطابق خدا ہر جگہ موجود ہے 'ظاہر میں' باطن میں 'قرب میں۔ ان کا کہنا ہے:

"God, God alone, Everywhere! within, without, Far and near!"44

سوامی رام تیرتھ اپنا تن من دھن خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہتے تھے۔ انہیں ماسوائے حق کسی اور سے الفت و محبت نہ تھی۔ وہ اپنے دل میں کعبہ بنانا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس حقیقت کا اظہار انہوں نے ان اشعار میں کیا ہے ؎

دیکھا نہ شب جو یار کو نور ضیا سے کلر کیا
مردہ کی قبر تار کو آب و گیاہ سے کلر کیا

نیکی' بدی' خوشی' غمی زینہ نہیں بام یار کا
زینہ جلادو ـــــ اب یہاں پائیں بیاسے کلر کیا

احمق کور ہی کو ہے الفت ماسوائے حق
کعبہ دل میں بنا مرے وفا سے کلر کیا

اتنا لحاظ کر لیا دنیا تیرا پرے بھی ہٹ
ناچوں ہوں ساتھ رام کے شرم و حیا سے کٹ کیا (۴۵)

سوامی جی کا دنیا کے بارے میں نظریہ یہ تھا کہ یہ فانی ہے' اس کی کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں' اور دنیا دار جو دنیا سے لو لگاتے ہیں' محبت کرتے ہیں' تباہ ہو جاتے ہیں۔ زندہ جاوید حقیقت اور ابدالآباد تک رہنے والی ذات صرف خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"Vedanta is no cant, and this world is nought. He perishes who feels it to be real. God is the only reality". 46

اس حقیقت کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل اشعار میں یوں کرتے ہیں ؎

آبحیات کی جھڑی زور جو روز و شب پڑی
فکر وخیال بہ گئے ' ٹوٹی دوئی کی جھونپڑی

جنگل سب اپنے تن پر ہریالی سج رہے ہیں
گل پھول جھاڑ بوٹے کو اپنی دھج رہے ہیں

بجلی چمک رہی ہے' بادل گرج رہے ہیں
الہ کے نقارے نوبت کے بج رہے ہیں (۴۷)

اس زمانے میں آریہ سماجی رہنماؤں کی سرگرمیوں کا محرک ہندو سماج کا تحفظ اور آریائی ثقافت کا احیاء تھا۔ سوامی رام تیرتھ خالص ویدانتی مسلک کے حامی تھے اور سیاسی اور فرقہ وارانہ اغراض و مقاصد سے بالا تر ہو کر دنیا کو انسانی وحدت (۴۸) کا پیغام سنانا چاہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے ہندو سماج کی اصلاح کی کوششیں کیں لیکن ان کا مقصد طبقاتی تقسیم ختم کرنا اور ہندو عوام کو انسانی مساوات کا درس دینا تھا۔ ان کے ادبی ذوق اور شعری و نثری تخلیقات سے بھی ان کی کشادہ دلی اور وسیع المشربی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری کے بہترین نمونے ہمیں انگریزی زبان میں ملتے ہیں' لیکن انہوں نے فارسی' ہندی' اردو اور پنجابی میں بھی شعر کہے ہیں۔ ان کی تحریروں میں مشرق و مغرب کے مفکروں اور شاعروں کے حوالے ملتے ہیں۔ ان کی معاشرتی زندگی بھی مذہبی' ثقافتی یا لسانی

عصبیت کے اثرات سے پاک تھی۔ کوئی اجنبی ان کی گفتگو سے ہندو یا مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگا سکتا تھا۔ (۴۹)

اقبال نے سوامی رام تیرتھ کی صحبت میں شنکر اچاریہ کے ویدانتی فلسفے کا مطالعہ کیا۔ اسی زمانے میں اس موضوع پر میکس ملر کے خطبات کا ایک مجموعہ بھی ان کے زیر مطالعہ رہا (۵۰)۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خشک فلسفیانہ نظریات جو صرف ذہن کو متاثر کرتے ہیں' جب سوامی جی کی زبان سے ادا ہوتے تو ان کے تجرباتی خلوص اور جذب و سوز کی بدولت دل نشیں ہو جاتے تھے۔ انہوں نے ویدانتی فلسفے کے بعض مثبت پہلوؤں پر اپنی تحریروں اور خطبوں میں بہت زور دیا ہے ' مثلاً "تسلیم و رضا"..... وہ اس باطنی کیفیت کے ساتھ احساس خودی کی تلقین بھی کرتے ہیں' یعنی انسانی خودی الوہیت کی حامل ہے لہٰذا خودی کی عظمت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے اندر "اللہ کی شان بے نیازی" پیدا کرے۔ وہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں 'ویدانتی مذہب کی روح اس ایک اصول میں مضمر ہے: "اپنے آپ کو کامل طور پر مسرور و مطمئن رکھو۔ علالت' موت' بھوک یا کسی مصیبت کی پروانہ کرو۔ اپنی الوہیت کے شعور و احساس سے ہمیشہ خوش اور پر سکون رہو۔ تمہاری خودی کے آگے دنیا کی ہر شے ہیچ ہے۔ یہ کبھی نہ بھولو کہ تمہاری خودی سب سے بلند اور تمام احتیاجات سے بالاتر ہے۔ اپنے کام میں لگے رہو' لیکن شاہانہ تمکنت اور بے نیازی کے ساتھ' محض برائے تفریح و تفنن۔ ہرگز ہرگز یہ محسوس نہ کرو کہ تمہیں کسی شے کی حاجت ہے"۔ حقیقت کی روح یہ ہے کہ فرد کی عظمت اور بالاتری کو ساری دنیا' ساری کائنات کے مقابلے میں منوایا جائے۔ انسان کے اندر ایک ایسی شے ہے جو فنا اور تغیر سے نا آشنا ہے' وہ اس کی خودی ہے جو حقیقی ہے' ابدی ہے' لازوال ہے۔ (۵۱)

سوامی رام تیرتھ کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کا سب سے دلکش اور موثر پہلو ان کا انسان دوستی کا جذبہ ہے' اور انسانی وحدت کا تصور ہے۔ ان کا دل عالم گیر محبت کا ایک اتھاہ سمندر تھا جو ان کی تحریروں اور خطبات میں ہر جگہ موجزن ہے۔ لکھتے ہیں:

> "ساری دنیا میرا وطن ہے' اور سب کی خدمت میرا مذہب۔ میں سراپا محبت ہوں۔ محبت روشنی کی طرح ہر شے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔ میں محبت کی تجلی کے سوا کچھ نہیں۔ میں سب سے یکساں پیار کرتا ہوں"۔ (۵۲)

اقبال' سوامی رام تیرتھ کی شخصیت اور ویدانتی تعلیمات کے جن پہلوؤں سے متاثر ہوئے '

ان کے اس دور کے کلام کا مطالعہ کریں تو یہ تاثرات مل جاتے ہیں۔ اسی زمانے میں اقبال نے وید کے ایک اشلوک کا منظوم ترجمہ کیا تھا جو "روز گار فقیر" میں موجود ہے۔ اس کا موضوع بھی "نوع انسان کی محبت" ہے۔ (۵۳)

سوامی رام تیرتھ، اقبال کی طرح حسن فطرت کے شیدائی اور رسیا تھے۔ وہ مناظر قدرت کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے غیر ملکی سفر کے علاوہ متعدد سفر اندرون ملک کے کیے۔ کشمیر سے انہیں دلی لگاؤ تھا، ہمالیہ کے دامن میں بیٹھ کر انہیں سکون قلب حاصل ہوتا تھا۔ اور تین ماہ کے لگ بھگ انہوں نے ماؤنٹ ایورسٹ کے بالمقابل ایک پہاڑ پر گزارے جہاں پانچ کتابیں لکھیں اور بیس پڑھیں (۵۴)۔ انہیں "سارا جگ سوہنا" دکھائی دیتا تھا۔ ان کا نقطہ نظر اس ضمن میں حسب ذیل تھا:

> "When viewed from the stand point of God - self, the whole world becomes an effusion of beauty, an expression of joy, outpouring of bliss. When limitation of vision is overcome, there remains nothing ugly for us, (سارا جگ سوہنا) The powers of nature become actually our hand and feet or other senses". 55

جس طرح اقبال، سوامی رام تیرتھ کی شخصیت اور ان کی ویدانتی تعلیمات کے بعض پہلوؤں سے متاثر تھے، اسی طرح سوامی جی بھی اقبال کی شخصیت اور شاعری کے ایسے شیدا تھے کہ انہوں نے اقبال کے متعدد اشعار اپنے مجموعہ کلام میں شامل کر لیے۔ مثال کے طور پر ان کی نظم "ابر کہسار میں گیانی کی حالت" کا پہلا پورا بند اقبال کی نظم "ابر کہسار" سے ماخوذ ہے، نیز سوامی جی کی نظم "Himalayan Solitude" (56) اقبال کی نظم "ہمالہ" سے متاثر ہو کر لکھی گئی معلوم ہوتی ہے۔ "ہمالہ" اقبال کی سب سے پہلی نظم ہے جو بانگ درا کے صفحہ ۲۱ پر درج ہے، اور مخزن کے اپریل ۱۹۰۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔

"بانگ درا" میں اقبال کی ایک نظم "ترانہ ہندی" کے عنوان سے درج ہے۔ یہ نظم "مخزن" کے اکتوبر ۱۹۰۴ء کے شمارے میں چھپی تھی۔ یہ نظم نو اشعار پر مشتمل ہے۔ سوامی رام تیرتھ کے ہاں ایک نظم جو چار بندوں پر مشتمل ہے National Anthem کے عنوان سے ہے۔

موضوع اور خیالات ایسے ہیں کہ نقل کا گمان ہوتا ہے' خاص طور پر اقبال کا مندرجہ ذیل شعر۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم' وطن ہے ہندوستاں ہمارا (۵۷)

اور سوامی رام تیرتھ کا دوسرے بند کا حسب ذیل شعر ملاحظہ فرمایئے :

Let all her sons in love unite
And make them do their duty aright (58)

علاوہ ازیں ہمالہ اور ابر کوہسار میں شاعر (اقبال) کے بیانات اور سوامی جی کے ذاتی تاثرات میں اتنی مطابقت تھی کہ انہوں نے اپنے مجموعہ کلام "رام برشا" کی دو نظموں میں ان نظموں کے کئی اشعار شامل کر لیے ہیں۔ (۵۹)

سوامی رام تیرتھ کی مسحور کن شخصیت سے اتنے گہرے روابط کے باوجود اقبال نے اپنی فکری آزادی برقرار رکھی' اور اسی دور میں ویدانتی تصوریت کی بعض کوتاہیوں پر عبدالکریم الجیلی " سے متعلق اپنے مقالے میں تنقید بھی کی ہے۔ یورپ سے واپسی کے بعد جب انہوں نے حکمت قرآنی کی روشنی میں فلسفیانہ مسائل پر غور کرنا شروع کیا تو ان پر عجمی تصوف اور ویدانت کی رہبانی تعلیمات کی حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی' مثلاً اسلام میں جسمانی خواہشات اور فطری تقاضوں کی تکمیل سے روکا نہیں گیا' صرف ان کی حدیں مقرر کر دی گئی ہیں' لیکن ویدانت کی رو سے جسمانی وجود گناہ کا سرچشمہ ہے' جسمانی خواہشات کو کچلنا اور جسم کو ایذا دینا ہی ذریعہ نجات ہے۔ (۶۰)

ایک مرتبہ چند ہندو اصحاب علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوامی رام تیرتھ کی سیرت پر ایک نو تصنیف کتاب پیش کرتے ہوئے عرض کیا :سوامی جی کے دوست کی حیثیت سے اس پر نظرثانی فرمایئے اور اپنی طرف سے مزید کچھ لکھ دیجئے۔ حضرت علامہ نے سرسری طور پر جائزہ لینے کے بعد فرمایا :

> "آپ لوگوں نے سوامی جی کی زندگی سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا' اور نہ اس عبرت کا جو ان کی زندگی سے حاصل ہو سکتی ہے' اس کتاب میں ذکر ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ فلاں سال سوامی جی اپنی تعلیم "ہمہ اوست" اور "برہم چاریہ" کے پرچار کے لیے امریکہ تشریف لے گئے۔

وہاں بعض لوگ جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھے' ان کے حلقہ اثر میں آ گئے۔ ان میں سے ایک مریدنی ضرورت سے زیادہ فیض یاب ہوئی' لیکن واپسی پر سوامی جی اس عورت اور بچے' دونوں کو امریکہ ہی میں چھوڑ آئے۔ یہ واقعہ ایک نہایت اہم اور عبرت آموز سبق ہے جو سوامی جی کی زندگی سے حاصل ہوتا ہے کہ خود "برہم چاریہ" کو نباہ نہ سکے اور اپنے اس فعل سے انہوں نے اپنی تعلیم کو غلط ثابت کر دکھایا' لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس غلط اصول کو چھوڑتے' انہوں نے اپنی ناکامی کو چھپانا چاہا اور اس وجہ سے بچے اور اس کی ماں کو امریکہ میں چھوڑ کر ایک اخلاقی گناہ کا ارتکاب کیا"۔

پروفیسر خواجہ عبدالحمید صاحب اس روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> "ڈاکٹر صاحب' سوامی جی کے خلوص نیت اور روحانی سرشاری کے بہت معترف تھے' اور اسی لیے سوامی جی کی "برہم چاریہ" کی ناکامی میں ان کی حیات کا اہم ترین سبق پاتے تھے' یعنی جو بات سوامی جی سے نبھ نہ سکی' وہ ہے ہی غلط"۔ (۶۱)

ڈاکٹر گیان چند اس روایت کو درست نہیں مانتے۔ وہ اسے ایک "بازاری گپ" تصور کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے:

> "راقم الحروف کو اس بیان پر حیرت ہوتی تھی۔ اقبال کی نظم کے پیش نظر ایسا لگتا تھا کہ پروفیسر عبدالحمید نے تحقیق کیے بغیر ایک "بازاری گپ" درج کر دی ہے۔ لیکن اقبال کے نثری بیان کی تصدیق ایک اور ذریعے سے ہوئی۔ حال میں مجھے جناب ایس۔ ایل پراشر ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج آف آرٹ چنڈی گڑھ ملے۔ یہ صاحب ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے' ۱۹۲۹ء میں ایم اے انگریزی کیا۔ کالج کے دنوں میں اکثر اقبال کے پاس جا بیٹھتے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اقبال نے ان سے کہا تھا کہ سوامی رام تیرتھ کے ایک امریکی خاتون سے ناجائز تعلقات تھے' اسی کے احساس جرم (Guilt complex) کی وجہ سے انہوں نے دریا میں ڈوب کر خودکشی کر لی"۔

یہ بات کو ایک قدم اور آگے بڑھانا ہے کہ امریکہ میں مسیحی پادری، سوامی جی سے حسد کرتے تھے، انہوں نے بہتان تراشی کی ہو گی جسے اقبال اپنی نجی صحبتوں میں بیان کرتے تھے۔ اگر رام تیرتھ کے بارے میں ان کی یہی رائے تھی تو ظاہر داری کے لیے منظوم خراج عقیدت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔(۶۴)

حواشی

۱۔ ماہنامہ مخزن، لاہور بابت اگست ۱۹۰۳ء، جلد ۵ نمبر ۵ ص ۲۲

۲۔ ماہنامہ کتاب لاہور بابت جولائی، اگست ۱۹۷۱ء جلد ۵ نمبر ۱۱، ۱۲، ص ۱۵۔ ملاحظہ فرمایئے مضمون "رسالہ الف" تحریر کردہ راقم الحروف۔

۳۔ ابتدائی کلام اقبال بہ ترتیب مہ و سال از ڈاکٹر گیان چند، حیدر آباد دکن، اردو ریسرچ سنٹر، ص ۳۰۴

۴۔ ماہنامہ کتاب لاہور بابت جولائی و اگست ۱۹۷۱ء ص ۱۵

۵۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند، ص ۳۰۴

۶۔ ماہنامہ کتاب لاہور بابت جولائی و اگست ۱۹۷۱ء ص ۱۵

۷۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند، ص ۳۰۵

۸۔ پنجاب گزٹ لاہور بابت ۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء حصہ سوم، ص ۶۶۲، ۶۶۴، ۶۸۳

۹۔ عروج اقبال مؤلفہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی۔ لاہور، بزم اقبال، ۱۹۸۷ء ص ۹۷

۱۰۔ مطالب بانگ درا از مولانا غلام رسول مہر۔ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۲ء ص ۱۳۴

۱۱۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند، ص ۳۰۵

۱۲۔ حوالہ مذکور، ص ۳۰۶

۱۳۔ مطالب بانگ درا از مولانا غلام رسول مہر، ص ۱۳۴

۱۴۔ ایس۔ کے دتا، ہسٹری آف دی فارمن کرسچین کالج لاہور (انگریزی) ۱۸۶۹ء تا ۱۹۳۶ء ص ۴۳

۱۵۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ص ۹۷

۱۶۔ In words of God - Realization or Complete works of Swami Rama Tirtha. 5th ed. october 1930. Lucknow, R.T. Publications League, 1930. Vol. 3, P.380-382

۱۶۔ In words of God - Realization or Complete works of Swami Rama Tirtha. 5th ed. october 1930. Lucknow, R.T. Publications League, 1930. Vol. 3, P.380-382

۱۷۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ص ۹۸

۱۸۔ ماہنامہ کتاب لاہور بابت جولائی و اگست ۱۹۷۱ء ص ۱۶

۱۹۔ حوالہ مذکور' ص ۱۷بحوالہ سول اینڈ ملٹری نیوز جلد ۸ نمبر ۲۶

۲۰۔ حوالہ مذکور' ص ۱۷

۲۱۔ حوالہ مذکور' ص ۱۹

۲۲۔ حوالہ مذکور' ص ۱۲

۲۳۔ Barrier, N.G.: Press in the punjab. P.20

۲۴۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' ص ۹۷

۲۵۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ص ۱۱۹۔ اس ضمن میں علامہ اقبال کا مندرجہ ذیل شعر محل نظر ہے ۔

یہ آیہ نو جیل سے نازل ہوئی مجھ پر
گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا

باقی اشعار کے لیے کلیات اقبال اردو (بانگ درا) ص ۲۸۹

۲۶۔ ماہنامہ مخزن لاہور بابت اگست ۱۹۱۳ء جلد ۲۵ نمبر ۵ ص ۲۱

۲۷۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' ص ۱۵۲

۲۸۔ In words of God-Realization or Complete works of Swami Rama Tirtha. Vol.3, p.387

۲۹۔ ایضاً۔ حوالہ مذکور' ص ۴۰۲

۳۰۔ ایضاً۔ حوالہ مذکور' ص ۴۰۶

۳۱۔ ایضاً۔ حوالہ مذکور' جلد اول و سوم' متفرق صفحات

۳۲۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' ص ۹۸

۳۳۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند' ص ۳۰۶

۳۴۔ In words of God-Realization or Complete works of Swami Rama Tirtha.Vol.1, p.4

۳۵۔ حوالہ مذکورہ بالا

۳۶۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند' ص ۳۰۶

۳۷۔ حوالہ مذکور' ص ۳۰۷ نیز ملاحظہ فرمایئے مطالب بانگ درا ص ۱۳۵

۳۸۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند' ص ۳۰۳

۳۹۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' ص ۹۹

۴۰۔ In words of God-Realization or complete works of Swami Rama Tirtha. Vol.3' p.428

۴۱۔ حوالہ مذکور' ص ۴۱۵

۴۲۔ حوالہ مذکور' ص ۴۲۹

۴۳۔ حوالہ مذکور' ص ۴۲۱

۴۴۔ حوالہ مذکور' ص ۳۹۷

۴۵۔ حوالہ مذکور' ص ۳۸۳

۴۶۔ حوالہ مذکور' ص ۳۸۳

۴۷۔ حوالہ مذکور' ص ۳۸۶

۴۸۔ " The highest privilege that a person can enjoy is the continuous burning of the heart, mind, body and all at the altar of Truth and Humanity, and this is the way acceptable to the Supreme Spirit." حوالہ مذکور' ص ۴۲۷

۴۹۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' ص ۹۹

۵۰۔ حوالہ مذکورہ بالا

۵۱۔ حوالہ مذکورہ بالا

۵۲۔ مجلہ سہ ماہی صحیفہ لاہور بابت ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۸ء

۵۳۔ روز گار فقیر مولفہ فقیر سید وحید الدین جلد دوم' ص ۵۵

۵۴۔ In words of God-Realization or Complete Works of Swami Rama Tirtha. Vol.3. P.397

۵۵۔ حوالہ مذکور' ص ۳۸۷

۵۶۔ حوالہ مذکور، ص ۴۰۵

۵۷۔ کلیات اقبال اردو (بانگ درا)، ص ۸۳

۵۸۔ In words of God-Realization. Vol. 3 p.435

۵۹۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، ص ۲۲۰

۶۰۔ حوالہ مذکور، ص ۱۰۱

۶۱۔ حوالہ مذکور، ص ۱۰۲

۶۲۔ ابتدائی کلام اقبال از ڈاکٹر گیان چند، ص ۳۰۷، ۳۰۸

اقبال، عربی اور دنیائے عرب

ڈاکٹر خورشید رضوی

عرب قبل از اسلام کی شخصیات میں، بادشاہ حیرہ، جذیمۃ الابرش کی شخصیت اور اس سے وابستہ روایات تاریخی طور پر حقیقت ہوں یا نہ ہوں، ادبی سطح پر نہایت اہم ہیں۔ ان میں سے بعض روایات نے تلمیحی صورت اختیار کر کے بعد کے زمانوں میں نہ صرف عربی ادب پر بلکہ اس کی وساطت سے دیگر مشرقی زبانوں کے ادب پر بھی گہرے نقوش چھوڑے۔ کہا جاتا ہے کہ جذیمہ کے غرور شاہی کا یہ عالم تھا کہ وہ روئے زمین پر کسی کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ شغل شراب میں اس کا ہم نشیں بن سکے۔ جب شراب پینے بیٹھتا تو آسمان کے دو ستاروں "فرقدین" کے نام کا ایک ایک جام زمین پر لنڈھا دیتا کہ وہی میرے ہم پیالہ ہیں (۱)۔ شاید عربوں کے اجتماعی لاشعور میں بسی ہوئی اسی روایت کا اثر تھا کہ شاعر نے کہا (۲)

ے شربنا و اهرقنا علی الارض جرعة
و للارض من کاس الکرام نصیب

(ہم نے شراب پی تو ایک جرعہ زمین پر بہا دیا کہ شرفاء کے جام میں زمین کا بھی حصہ ہوتا ہے)

عربوں کے اس تصور نے رفتہ رفتہ فارسی ادب میں راہ پائی اور حافظ شیرازی (۳) کے مشہور شعر میں یوں ظہور کیا۔

اگر شراب خوری جرعہ ای فشاں برخاک
ازاں گناہ کہ نفعی رسد بہ غیر چہ باک (۴)

(اگر تو شراب پیے تو ایک جرعہ خاک پر بھی ڈال دے ۔ اس گناہ سے کیا گھبرانا جس میں کسی کا بھلا ہوتا ہو)

غالب پیچیدہ بیاں نے بہادر شاہ ظفر کے مدحیہ قصیدے میں اپنی خاکساری کا اظہار کرنے کے لیے اسی تصور سے یوں کام لیا ۔

رشحہ برمن بچکاں ، بادۂ گلرنگ بنوش
جرعہ برخاک فشاندن روش اہل صفاست (۵)

(ایک چھینٹا مجھ پر دے اور شراب گلفام پی کہ خاک پر جرعہ ڈالنا اہل صفا کا طریقہ چلا آتا ہے)

اقبال نے عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم (۶) کا اظہار کرنے کے لیے اس تلمیح سے یوں کام لیا۔

عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام ، عشق ہے کاس الکرام (۷)

فارسی ادب میں "کاس الکرام" کی ترکیب مستعمل رہی لیکن کم کم، اور اردو میں تو یہ قریب قریب ناپید رہی تاآنکہ اسے اقبال نے برتا اور تلمیح کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیا۔ اسے اقبال کے ہاں، عجمیت کے اثرات سے آزاد ہو کر عرب کی سادہ و پرسوز فضاؤں کی طرف پلٹ جانے کی اس شدید آرزو کا اظہار بھی سمجھا جا سکتا ہے جو اقبال کے مزاج میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے ۔ "درحقیقت شعرو اصلاح ادبیات اسلامیہ" کے زیر عنوان "اسرار خودی" میں انہوں نے ادب کو جو دستور العمل عطا کیا ہے، وہ ان کی اسی شدید آرزو کا نمائندہ ہے ۔

رجعتی سوی عرب می بایدت
(تجھے عرب کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔) (۸)

اقبال کا خیال تھا کہ ۔

تاثیر غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لے (۹)

انہوں نے اپنی لے کو حجازی اور اپنی شراب کو عربی قرار دیا ہے ۔

عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری (۱۰)

بادہ گردان عجم وہ، عربی میری شراب
میرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی (۱۱)

اقبال نے بطور طالب علم عربی زبان کا درس لیا اور بطور استاد اس کی تدریس بھی کی ۔ قدیم عرب شعراء کی واقعیت، راست نگاری اور جذبہ حریت و شجاعت ان کی روح کے بہت قریب تھا ۔ وفات سے چند ماہ قبل مولانا ابوالحسن علی ندوی سے ملاقات کے دوران انہوں نے ابوالغول الطہوی کے ان شعروں پر پسندیدگی کا اظہار کیا (۱۲) ۔

فدت نفسی و ما ملکت یمینی
فوارس صدقت فیھم ظنونی
فوارس لا یملون المنایا
اذا دارت رحی الحرب الزبون (۱۳)

(میری جان اور مال سب کچھ فدا ہو ان شہسواروں پر جنھوں نے اپنے بارے میں میرے اندازوں کو سچ کر دکھایا ۔ وہ شہسوار کہ جب شدید جنگ کی چکی گردش میں آتی ہے تو وہ موتوں سے اکتاتے نہیں ۔)

اقبال کی شاعری پر قرآن مجید، احادیث طیبہ اور عربی ادب کے شہ پاروں کا اثر جابجا نمایاں ہے ۔ مجھے اس موقع پر ۱۹۶۷ء کی ایک شام کا وہ مکالمہ یاد آتا ہے جو اسی حوالے سے میرے اور عزیزم حسین احمد پراچہ کے مابین ہوا ۔ وہ اس زمانے میں گورنمنٹ کالج سرگودھا میں عربی کے طالب علم تھے ۔ اس مکالمے میں ہم نے قرآن مجید کی بعض تمثالوں اور عربی کے کچھ ادب پاروں کی روشنی میں کلام اقبال کا سرسری سا جائزہ لیا تھا (۱۴) ۔ مثال کے طور پر دیوان الحماسہ میں شامل سیموئل بن عادیاء کا یہ شعر جو

اس نے اپنے علاقے کے ایک پہاڑ کے بارے میں کہا ہے ۔

رسا اصلہ تحت الثری و سماہ

الی النجم فرع لا ینال طویل (۱۵)

(اس کی جڑ تحت الثریٰ میں دھنسی ہوئی ہے اور اس کی طویل، ناقابل رسائی چوٹی "النجم" تک بلند ہے)

واضح رہے کہ لفظ "نجم" یوں تو ستاروں کے لیے ہے لیکن "ال" سے معرف ہو کر یہ خاص ثریا کے لیے اسم علم کی حیثیت بھی رکھتا ہے (۱۶)۔ تو گویا سیموئل کے شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ یہ پہاڑ جس پر ہمارے قبیلے کو فخر ہے 'ایک طرف مضبوطی سے پاتال میں قدم جمائے کھڑا ہے اور دوسری طرف اس کی چوٹی ہمدوش ثریا ہے ۔اس تناظر میں جب ہم اقبال کا یہ شعر پڑھتے ہیں جو انھوں نے اپنے وطن کے پربت ہمالہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے تو خیال اور تمثال کی مماثلت پر چونکے بغیر نہیں رہ سکتے ۔

چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرم سخن

تو زمیں پر' اور پہنائے فلک تیرا وطن (۱۷)

عربی میں "ابو" بمعنی باپ "ام" بمعنی "ماں" "ابن" بمعنی بیٹا "بنت" بمعنی بیٹی اور "اخو" بمعنی بھائی کے الفاظ صرف حقیقی معنوں ہی میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ تعلق یا نسبت کی کسی بھی خاص جہت کو ظاہر کرنے کے لیے ــــــ جو بسا اوقات بہت لطیف ہوتی ہے ــــــ بھی برتے جاتے ہیں ۔ مثلاً قرآن پاک میں مسافر کے لیے "ابن السبیل" (۱۸) "راستے کا بیٹا" کتاب کی اصل و بنیاد کے لیے "ام الکتاب" (۱۹) کتاب کی ماں اور مرکزی بستی یعنی مکہ مکرمہ کے لیے "ام القریٰ" (۲۰) یعنی بستیوں کی ماں کے الفاظ آئے ہیں ۔ مسافر کو "اخوالسفر" سفر کا بھائی بھی کہا جاتا ہے ۔ عمر بن ابی ربیعہ کا مشہور شعر ہے ۔

اخا سفر جواب ارض تقاذفت

بہ فلوات فھو اشعث اغبر (۲۱)

کنکری کو "بنت الارض" زمین کی بیٹی اور شراب کو "بنت العنقود" "خوشہ (انگور) کی بیٹی" (دخت رز) کہتے ہیں ۔ اسی طرز پر آفات زمانہ کو "بنات الدہر" زمانے کی بیٹیاں کہا جاتا ہے ۔ اب

دیکھیے اقبال نے کس خوبی سے عربی کے اس اسلوب بیان کو فارسی میں ڈھال کر استعمال کیا ہے ۔

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں (۲۲)

لفظ "رحیق" عربی میں شراب ناب کے لیے آتا ہے ۔ قرآن مجید میں اہل جنت کو حاصل ہونے والی نعمتوں کے ضمن میں فرمایا گیا ہے :

یسقون من رحیق مختوم ○ ختمه مسک ط (۲۳)

(انھیں سر بمہر شراب ناب پلائی جائے گی جس پر مہر مشک کی ہوگی)

امرؤ القیس کے معلقے میں ایک خاص قسم کے تیز زبان پرندوں یعنی "مکاکی" کی بھر پور چہکار کو یوں بیان کیا گیا ہے ۔

کان مکاکی الجواء غدیۃ
صبحن سلافا من رحیق مفلفل

(صبح سویرے وادی جواء کے یہ (چہکتے ہوئے) مکاکی یوں لگتے ہیں جیسے انھیں پکیدہ انگور، شراب ناب کی صبوحی پلائی گئی ہے جس میں (تیزی بڑھانے کے لیے) فلفل سیاہ کی آمیزش کی گئی ہے)

تاہم عربی زبان کا یہ بھرپور لفظ "رحیق" غالباً اپنی ٹھیٹھ عربیت کے باعث اردو شاعری ہی میں راہ پا سکا ہے ۔ شاید اس لیے بھی کہ اس لفظ کی شوکت کو اردو کی نزاکت سے ہم آہنگ کرنا اسی فنکار کا کام ہے جس کے ہاتھ میں لوہا موم ہوتا ہو ۔ یاد نہیں آتا کہ شعرائے اردو کے معروف و متداول کلام میں کسی کے ہاں یہ لفظ سننے میں آیا ہو ۔ لیکن دیکھیے، اقبال نے اس شراب ناب کی تیزی کو کس خوبی سے تلوار کی دھار عطا کی ہے ۔

ساقی ارباب ذوق، فارس میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل (۲۴)

جس طرح Keats اپنے وجود معنوی میں یونان قدیم کا باشندہ تھا، اسی طرح اقبال کا باطنی تعلق عرب تہذیب سے تھا ۔ سرزمین حجاز اقبال کا جزیرہ خواب تھی جہاں آسودہ خاک ہونا ان کی عمر بھر کی آرزو تھی ۔ جدہ میں شفاخانہ حجاز کھلنے کی خبر پر ان کا تبصرہ یہ تھا ۔

اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں (۲۵)

اور "رموز بے خودی" کے آخر میں "عرض حال مصنف بحضور رحمتہ للعالمین" کے زیر عنوان بارگاہ رسالت میں، جھجکتے جھجکتے' اپنی اس دیرینہ آرزو کا ذکر یوں کرتے ہیں ۔

زندگی را از عمل ساماں نبود
پس مرا ایں آرزو شایاں نبود
شرم از اظہار او آید مرا
شفقت تو جرات افزاید مرا
ہست شان رحمتت گیتی نواز
آرزو دارم کہ میرم در حجاز (۲۶)

(چونکہ میری زندگی میں عمل کی متاع موجود نہ تھی اس لیے یہ آرزو میرے حسب حال نہ تھی۔ مجھے اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے تاہم آپ کی شفقت ہمت بندھاتی ہے۔ آپ کی شان رحمت کل عالم کو نوازنے والی ہے' میری آرزو یہ ہے کہ مجھے سرزمین حجاز میں موت آئے۔

ڈاکٹر طہ حسین نے اپنے مضمون "**محمد اقبال ۔ الشاعر الذی فرض نفسہ علی الدنیا وعلی الزمان**" (محمد اقبال ــــــ وہ شاعر جس نے دنیا اور وقت پر اپنا نقش ثبت کر دیا)۔ میں اقبال کا موازنہ ابوالعلاء المعری سے کرتے ہوئے لکھا ہے :

"ان میں سے ایک ــــــ یعنی ابوالعلاء ــــــ اپنے ایام حیات میں ہندوستان کی طرف نظر جمائے رہا' وہیں سے اخذ کرتا اور اثر قبول کرتا رہا یہاں تک کہ اپنی زندگی میں تارک الدنیا برہمنوں کی سی روش اختیار کر لی ۔

اور دوسرا یعنی اقبال ۔ عربوں کی طرف دیکھتا تھا' انہی کے گن گاتا تھا' انہی کی مداحی کرتا تھا اور انہی کو اس انسانیت کا مثالی نمونہ تصور کرتا تھا جو وجود' حیات اور بقا کا حق رکھتی تھی"۔ (۲۷)

لیکن افسوس کہ سلمائے عرب کا یہ دلدادہ دنیائے عرب کے لیے مدتوں اجنبی رہا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے الفاظ میں :

"عربوں سے علامہ اقبال کا اولین براہ راست رابطہ ۱۹۳۱ء میں ہوا ۔ دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں شرکت کے بعد، علامہ اٹلی سے ہوتے ہوئے یکم دسمبر کو اسکندریہ پہنچے ۔ مصر میں پانچ روزہ قیام کے دوران میں انہوں نے بعض تاریخی مقامات دیکھے، متعدد استقبالیہ جلسوں میں شرکت کی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے عرب اکابر سے ملاقاتیں ہوئیں اور تبادلہ خیال کا موقع ملا ۔ عرب اہل علم، صحافی و دانشور اور سیاست دان پہلی بار براہ راست شاعر مشرق کے خیالات سے متعارف ہوئے ۔ یہ واقعہ مصر (اور عرب ممالک) میں اقبال شناسی کا نقطہ آغاز تھا" ۔ (۲۸)

قاہرہ کے اسی قیام کے دوران ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی ملاقات پہلی بار علامہ اقبال سے ہوئی جن کو دنیائے عرب میں "بابائے اقبالیات" کی حیثیت حاصل ہے ۔ اس ملاقات کا حال خود انہی کی زبانی سنئے :

"و مر اقبال بالقاهرة فی طریقه الی الموتمر الاسلامی ببیت المقدس ۔ فاحتفلت به جمعیة الشبان المسلمین و حضرت الحفلة فکلفنی استاذی الشیخ عبدالوهاب النجار رحمه الله ان اعرف الحاضرین بالضیف الکریم ۔ فتکلمت و انشدت ابیاتا من شعر اقبال، احسبها اول ما سمع من شعره فی بلاد العرب ۔ و مما انشدت ...." (۲۹)

"موتمر اسلامی میں شرکت کے لیے بیت المقدس جاتے ہوئے اقبال قاہرہ سے گزرے ۔ جمعیت الشبان المسلمین نے ان کے اعزاز میں اجلاس کا اہتمام کیا (۳۰) ۔ میں اجلاس میں شریک ہوا اور میرے استاد شیخ عبدالوہاب النجار، رحمہ اللہ، نے حاضرین سے مہمان مکرم کا تعارف کرانے کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی ۔ چنانچہ میں نے گفتگو کی اور اقبال کے چند شعر پڑھے ۔ میرا خیال ہے، کلام اقبال میں سے یہ پہلی چیز تھی جو بلاد عرب میں سنی گئی ۔ میں نے جو کچھ پڑھا، اس میں یہ اشعار شامل تھے ۔

اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق
نخرد بادہ کس از کارگہ شیشہ گراں
خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں
برکش آں نغمہ کہ سرمایہ آب و گل تست
اے ز خود رفتہ تہی شو ز نوائے دگراں (۳۱)

ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کافی عرصہ پاکستان میں مصر کے سفیر کی حیثیت سے مقیم رہے۔ ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ خود شاعر تھے۔ فارسی و ترکی سے اچھی واقفیت تھی۔ اقبال کے عاشق تھے۔ انہوں نے "محمد اقبال 'سیرتہ' فلسفۃ' و شعرہ" کے عنوان سے ایک کتاب علامہ کے احوال' افکار اور شاعری پر لکھی (۳۲) نیز اسرار خودی' رموز بے خودی' پیام مشرق اور ضرب کلیم کا عربی میں منظوم ترجمہ کیا۔ جاوید نامہ کے کچھ حصوں اور بانگ درا کی چند نظموں کا ترجمہ بھی ان کے قلم سے یادگار ہے۔ وہ اپنے اس ارادے سے علامہ مرحوم کو ان کی زندگی میں آگاہ کر چکے تھے کہ وہ ان کے کلام کو عربی میں ڈھالنا چاہتے ہیں چنانچہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء کو مولانا ابوالحسن علی ندوی نے علامہ سے آخری ملاقات کے دوران جب ان کے کلام کا عربی ترجمہ کرنے کی اجازت لی تو علامہ نے عبدالوہاب عزام کے اس عزم کا بھی ذکر فرمایا۔ (۳۳)

عبدالوہاب عزام نے اقبالیات کے سلسلے کے بعض مضامین بھی لکھے' تقاریر بھی کیں اور علامہ کو منظوم خراج عقیدت بھی پیش کیا۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان سے چار ماہ قبل عزام ہندوستان آئے اور مزار اقبال پر حاضری دینے کے لیے دہلی سے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ اس موقع پر انہوں نے دہلی میں چار شعر نظم کیے اور سنگ مرمر کی لوح پر کندہ کرا کے لاہور لائے۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ لوح مزار اقبال کی عمارت میں جگہ پائے۔ ان کو یقین دہانی بھی کرائی گئی کہ تکمیل عمارت کے بعد اسے دیوار میں نصب کرا دیا جائے گا۔ معلوم نہیں پھر اس کا کیا ہوا۔ اشعار یہ تھے:

عربی بھدی لروضک زھرا
ذا فخار بروضہ و اعتزاز

کلمات تضمنت کل معنی
من دیار الاسلام فی ایجاز
بلسان القرآن خطت ففیہا
نفحات التنزیل و الاعجاز
فاقبلہا علی ضآلتہ قدری
فھی فی الحق "ارمغان الحجاز" (۳۴)

(ایک عرب تیرے باغ کے لیے کچھ پھول لایا ہے جنھیں اپنے باغ پر بڑا فخرو ناز ہے (یعنی) چند الفاظ، جو دیار اسلام کے تمام مفاہیم اختصار کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ یہ قرآن کی زبان میں لکھے گئے ہیں لہٰذا ان میں خوشبوئے تنزیل و اعجاز کی لپٹیں موجود ہیں۔ میری کم مائگی کے باوصف انھیں ضرور قبول کر کہ یہ سچ مچ "ارمغان حجاز" ہیں۔)

ڈاکٹر عزام نے علامہ کے فارسی کلام کا عربی میں منظوم ترجمہ بڑی کاوش سے کیا ہے۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ حتی الوسع اصل شعر کے الفاظ و معانی کے قریب رہیں، اور اگر ممکن ہو تو بحر بھی وہی رکھیں۔ چنانچہ اسرار خودی اور رموز بے خودی دونوں کا عربی ترجمہ بحر رمل ہی میں کیا گیا ہے جو اصل مثنویوں کی بحر ہے۔ اسرار خودی کے ابتدائی تین شعر اور ان کا ترجمہ دیکھیے ؎

راہ شب چوں مہر عالمتاب زد
گریۂ من بر رخ گل آب زد
اشک من از چشم نرگس خواب شست
سبزہ از ہنگامہ ام بیدار رست
باغباں زور کلامم آزمود
مصرعی کارید و شمشیری درود (۳۵)

عربی ترجمہ:

قطع الصبح علی اللیل السفرہ
فھمی دمعی علی خد الزھرہ

غسل الدمع سبات النرجس
و صحا العشب بمسری نفسی
جرب الزارع قولی محصدا
مصرعا القی وسیفا حصدا (۳۶)

پیام مشرق کے مشہور شہ پارے "محاورہ مابین خدا و انسان" کے ترجمے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں:

خدا

جہاں را زیک آب و گل آفریدم
تو ایران و تاتار و زنگ آفریدی
من از خاک پولاد ناب آفریدم
تو شمشیر و تیر و تفنگ آفریدی
تبر آفریدی نہال چمن را
قفس ساختی طائر نغمہ زن را

عربی ترجمہ:

خلقت الأنام بطین و ماء
خلقت تتارا و زنجا و فرسا
خلقت من الترب هذا الحدید
و سهما خلقت و سیفا و ترسا
و فاسا خلقت لجذع و غصن
وسجنا صنعت لطیر مغن

انسان

تو شب آفریدی، چراغ آفریدم
سفال آفریدی، ایاغ آفریدم

بیابان و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

عربی ترجمہ :

خلقت الظلام فصغت السراج
وطیناً خلقت فصغت الکئوسا
خلقت جبالاً و بیداً و مرجاً
خلقت حدائقها و الغروسا
انا من حجار صنعت مرایا
انا من سموم صنعت دوایا (۳۷)

غور فرمایئے یہاں بھی ڈاکٹر عزام نے عربی میں اسی بحر یعنی متقارب کا انتخاب کیا ہے جو اصل ادب پارے کی بحر تھی ۔ تاہم ساری کاوش کے باوجود "بیابان و کہسار و راغ" کے مقابلے میں "خیابان و گلزار و باغ" کا زور ترجمے میں کیونکر پیدا ہو سکتا تھا، چنانچہ عرب قارئین کو شکایت رہی کہ اقبال کے عربی تراجم میں تاثیر کی کمی ہے اور اقبال کی جو شہرت سننے میں آتی ہے، ان ترجموں سے اس کا نقش دلوں پر نہیں بیٹھتا ۔ عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی نے اس ضمن میں ایک کھلا خط مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نام دمشق کے رسالہ "المسلمون" (جلد ۶، شمارہ ۳) میں شائع کرایا جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ دنیائے عرب کو اقبال کے صحیح ذائقے سے روشناس کرانے کے لیے کچھ لکھیں (۳۸)۔ اس خط کے لہجے میں اس قدر خلوص اور گداز تھا کہ مولانا کے دل پر گہرا اثر ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے قلم کو ــــــ جو عربی اسلوب نگارش میں بلا مبالغہ "معجز رقم" ہے ــــــ حرکت دی اور پے بہ پے کئی مضامین لکھ ڈالے ۔ انہوں نے ترجمانی کے لیے کلام اقبال کے ان حصوں کا انتخاب کیا جن کا ترجمہ ڈاکٹر عزام نے نہیں کیا تھا ۔ ان عربی مضامین نے بالآخر "روائع اقبال" کی صورت پکڑی جو ذخیرہ اقبالیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے اور جس نے دنیائے عرب میں اقبال کا بھرپور تعارف بڑی کامیابی سے کرایا ۔ مولانا ندوی کی عربی نثر کی لذت شعر سے کم نہیں ۔ یہ کتاب

عرب نوجوانوں کی پسندیدہ کتاب ٹھہری۔ اس کے صفحوں کے صفحے زبانی یاد کیے گئے اور جابجا اس کے اقتباسات تحریر و تقریر میں لائے جانے لگے۔ اس کتاب میں اقبال کی شخصیت اور ان کے اہم نظریات کی توضیح بھی تھی اور ان کی نمائندہ نظموں کی دل نشیں ترجمانی بھی' مثلاً ذوق و شوق' مسجد قرطبہ' ساقی نامہ اور جاوید نامہ کے بعض حصے۔ اردو میں اس کا ترجمہ "نقوش اقبال" اور انگریزی میں "Glory of Iqbal" کے عنوان سے ہو چکا ہے۔

دنیائے عرب میں تعارف اقبال کے سلسلے کی ایک اور فعال شخصیت پروفیسر محمد حسن الاعظمی کی ہے۔ اعظمی صاحب کا تعلق اعظم گڑھ سے تھا۔ ہندوستان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے "الازہر" گئے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ علمی حلقوں میں اعتبار پیدا کیا اور قاہرہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہو گئے۔

اعظمی صاحب ایک پر جوش پاکستانی' اقبالی اور اتحاد بین المسلمین کے پرزور داعی تھے۔ مختلف علمی و ادبی تصانیف کے علاوہ انہوں نے مصر میں "الاخوۃ الاسلامیہ" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جو بعد میں "اتحاد العالم الاسلامی" کے نام سے رجسٹر ہوئی۔ اعظمی صاحب اس کے بانی سیکرٹری جنرل تھے اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام صدر۔ اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے پیغام اقبال کو عرب دنیا میں پھیلانے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی گئیں۔ اعظمی صاحب کو عربی زبان پر خوب دسترس حاصل تھی۔ وہ کلام اقبال کا عربی نثر میں ترجمہ کر کے جامعہ الازہر کے ممتاز نابینا عالم اور قادر الکلام شاعر' استاد الصاوی علی شعلان کو سناتے تھے۔ صاوی شعلان پہلے ان مضامین شعری کو اپنی روح میں جذب کرتے اور پھر ترجمے کو اصل سے قریب رکھنے کی کوشش کیے بغیر' آزادانہ انہیں یوں نظم کرتے گویا ان احساسات کا القاء خود ان پر ہوا ہے۔ آزاد ترجمانی کی یہ صورت نہایت موثر ثابت ہوئی۔

صاوی شعلان کے کلام میں بھی جان تھی' اور پھر خوبی قسمت سے ان کے ترجمہ شکوہ و جواب شکوہ پر مطربہ مشرق ام کلثوم کی نگاہ انتخاب پڑ گئی۔ اس نے ۲۸ اشعار چن کر ۴ مئی ۱۹۶۷ء کے ایک جشن موسیقی میں گائے اور اس کے دس ہزار ریکارڈ تیار کیے گئے۔ یہ ریکارڈ "حدیث الروح" کے نام سے عرب عوام میں بہت ہر دلعزیز ہوا۔ یہ نام جواب شکوہ کے پہلے مصرع "دل سے جو بات نکلتی ہے' اثر رکھتی ہے" (۳۹) کے عربی ترجمے

حدیث الروح للارواح یسری
و تدرکہ القلوب بلا عناء (۴۰)

سے ماخوذ ہے۔ سچ یہ ہے کہ ام کلثوم کی زریں آواز کے وسیلے سے اقبال کا نام اور پیغام جس طرح عرب عوام تک پہنچا کسی اور ذریعے سے پہنچانا ممکن نہ تھا۔ "حدیث الروح" کے حوالے سے عرب عوام اقبال کو ایک عرب شاعر ہی تصور کرنے لگے۔ حکومت پاکستان نے سیدہ ام کلثوم کو تمغہ امتیاز عطا کیا اور استاد صاوی شعلان کو ایک سال کی دعوت پر پاکستان بلایا گیا تاکہ وہ یکسوئی سے کلام اقبال کے ترجمے کا کام جاری رکھ سکیں۔ "حدیث الروح" کے علاوہ صاوی شعلان کا زیادہ مشہور ترجمہ "النشید الاسلامی" ہے جو "ترانہ ملی" کی تعریب ہے۔

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا (۴۱)

عربی ترجمہ:

الصین لنا والعرب لنا
والھند لنا والکل لنا
اضحی الاسلام لنا دینا
وجمیع الکون لنا وطنا (۴۲)

اس نشید کو "اتحاد العالم الاسلامی" نے اپنا خصوصی ترانہ قرار دیا اور دمشق ریڈیو نے بہت خوبصورت دھن پر اس کا ریکارڈ تیار کیا۔

محمد حسن الاعظمی صاحب کے علاوہ صاوی شعلان کو عربی نثر میں کلام اقبال کا مفہوم سمجھانے کی کچھ خدمت غالباً جناب عبدالباری انجم نے بھی انجام دی جو اعظمی صاحب کی طرح مصر میں طویل عرصہ مقیم رہے اور عربی زبان پر خوب قادر تھے۔ حکومت پاکستان کی دعوت پر اکتوبر ۱۹۶۸ء میں شیخ صاوی شعلان کی پاکستان آمد اور اسلام آباد کے قیام کے دوران اس خدمت کا اعزاز محمود احمد غازی صاحب (۴۳) کو حاصل ہوا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کی جانب سے غازی صاحب کو صاوی شعلان کے ساتھ مکمل تعاون کے لیے ادارے سے باقاعدہ طور پر منسلک کر لیا گیا اور انہوں نے روز و شب یہ خدمت مسلسل انجام دی۔ ہر روز فجر کے بعد سے اذان عشاء تک یہ دونوں حضرات ترجمہ اقبال کی اس مہم میں لگے

رہتے ۔ صاوی شعلان' فارسی کی شدبد رکھتے تھے لیکن اردو سے ناواقف تھے ۔ محمود غازی صاحب اقبال کی نظموں کا جو مفہوم عربی میں بیان کرتے' صاوی شعلان بریل مشین کی مدد سے اسے محفوظ کر لیتے۔ پھر نماز فجر سے پہلے وہ فکر شعر میں مصروف ہوتے اور اقبال کے نالہ ہائے سحر گاہی کو خوبصورت عربی اشعار میں ڈھال کر انہیں بھی بریل پر ٹائپ کر لیتے اور اگلے روز غازی صاحب کو املاء کرا دیتے۔ گاہے گاہے غالب اور اکبرالہ آبادی کے اشعار کا ترجمہ بھی کر لیا جاتا (۴۴)۔ان کوششوں کے نتیجے میں ۱۹۷۴ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی 'اسلام آباد کی جانب سے "مختارات من شعراقبال" کے عنوان سے ایک مختصر سا پمفلٹ شائع کیا گیا جس میں علامہ کی تین نظموں ــــــ "لینن خدا کے حضور میں" ــــــ "فاطمہ بنت عبداللہ" اور "حضور رسالت مآب میں" کا منظوم عربی ترجمہ از صاوی شعلان شامل تھا۔ ۱۹۷۷ء میں "اللجنة الباكستانية المصرية" کے زیر اہتمام علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے "ایوان اقبال" کے عنوان سے محمود غازی صاحب کی نثری توضیحات اور صاوی شعلان کے منظوم تراجم کا ۲۶۰ صفحات پر مشتمل ایک مجموعہ شائع کیا گیا لیکن اس کی طباعت کا معیار اچھا نہ تھا اور عجلت میں مترجمین میں غازی صاحب کا نام بھی چھپنے سے رہ گیا۔ان تراجم میں سے مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" کا ترجمہ نظم و نثر خوبصورت گٹ اپ میں "یا امم الشرق" کے زیر عنوان دمشق سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہو گیا ہے (۴۵)۔

صاوی شعلان کے منظوم تراجم کے پہلو بہ پہلو یمن کے انقلابی شاعر اور لیڈر محمد محمود الزبیری کی کاوشوں کا ذکر بھی لازم ہے ۔ عمر بہاء الدین الامیری کے بقول زبیری کے ذاتی احساسات اقبال سے اتنے ہم آہنگ ہیں کہ بسا اوقات اس کے اپنے اشعار اور اس کے کیے ہوئے تراجم اقبال میں تمیز کرنا دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ بقول امیری ' دونوں کا صدور " قلبین تو امین" "دو جڑواں دلوں" سے ہوا ہے (۴۶)۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک کے لگ بھگ زبیری کا قیام سیاسی پناہ گزین کی حیثیت سے پاکستان میں رہا۔ غالباً ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی ہاں "قلندران اقبال" کی ہفتہ وار محفلوں میں اس کی گاہ گاہ کی شرکت اسے کلام اقبال کے قریب تر لے آئی جو پہلے ہی اس کے دل کے بہت قریب تھا۔ زبیری کو خود شاعر ہونے کی حیثیت سے اس حقیقت کا گہرا شعور حاصل تھا کہ

بندش الفاظ، جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

چنانچہ اس کا کہنا ہے :

"ولاریب انہ لیس من الیسیر ان یترجم الشعر الی نثر 'فکیف بہ ان یترجم الی شعر' وکیف بھذا الشعر اذا کان اجنبیا" علی لغتہ الشاعر انہا لمعضلتہ کنت اشعر معہا وانا اترجم بعض المعانی ترجمتہ حرفیتہ باننی اظلم اقبالاً 'وانتزع روح شعرہ من جثمانہا' ثم اقحمہا علی ان تسکن جثماناً آخر. وھیھات۔

ان سر الترکیب الشعری لایستعصی علی الترجمتہ من لغتہ الی اخری فحسب' بل انہ یستعصی حتی علی نقل معناہ باللغتہ ذاتہا الی ترکیب آخر ۔ واعجب من ذلک انہ یتمرد حتی علی الشرح والتفسیر ۔ فمن یشرح البیت الشعری الرائع او ینثرہ الی لغتہ ذاتہا' لا یستطیع ان ینقل عناصر الاحساس الکامنتہ فی ترکیب ذلک البیت الی الجملتہ المنثورۃ او المفسرۃ 'فکیف بہ یستطیع ان یترجمہ الی لغتہ اخری" ۔ (۴۷)

"لاریب، شعر کا نثر میں ترجمہ کرنا بھی آسان نہیں کجا یہ کہ اس کا ترجمہ شعر ہی میں کیا جائے' خصوصاً جبکہ وہ شعر (ترجمہ کرنے والے) شاعر کی اپنی زبان میں بھی نہ ہو ۔ جب میں بعض مضامین شعر کا لفظی ترجمہ کر رہا ہوتا تھا تو مجھے اس پیچیدگی کا برابر احساس رہتا تھا کہ میں اقبال پر ظلم کر رہا ہوں ۔ اس کے شعر کی روح کو قالب سے نکال کر اس بات پر مجبور کر رہا ہوں کہ وہ ایک اور قالب میں اپنی جگہ بنائے ۔ بھلا کیونکر ؟

شعری تار و پود وہ راز ہے کہ ایک زبان سے دوسری میں ڈھلتے ہوئے ہی نہیں بلکہ خود اسی زبان کی ذرا مختلف ترکیب میں اسی مفہوم کے منتقل ہوتے ہوئے بھی ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے ۔ اور بھی عجیب یہ کہ وہ تشریح و توضیح کے قابو میں بھی نہیں آتا ۔ کسی اعلیٰ شعر کی تشریح کرنے والا جب اسی زبان میں اس کی نثر بناتا ہے تو بھی اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ اس شعر کے تار و پود میں احساس کے مخفی عناصر کو نثری یا تشریحی جملے میں منتقل کر سکے تو بھلا وہ اسے کسی دوسری زبان میں کیونکر منتقل کر سکتا ہے"!

بہرحال، تلوار کی اسی دھار پر چلتے ہوئے زبیری نے کلام اقبال کے بعض حصوں کو عربی نظم کا

لباس پہنایا جو صاوی شعلان ہی کے انداز میں ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی ہے۔ایک مختصر مثال ؎

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے (۴۸)

عربی ترجمہ :

رب ھب للشباب آھاتی الحری۔وھب للصقور ریشاً جدیدا
بغیتی ان تمد فی الارض من شعلتہ قلبی نوراً عمیقاً سدیدا (۴۹)

کلام اقبال کے نثری تراجم کے ضمن میں جو نام نمایاں ہیں، ان میں سے ایک سمیر عبدالحمید ابراہیم کا نام ہے۔ سمیر صاحب بنیادی طور پر قاہرہ یونیورسٹی کے شعبہ السنہ شرقیہ کے استاد ہیں۔ اقبالیاتی تحقیق کے سلسلے میں کچھ عرصہ لاہور میں بھی مقیم رہے اور اب غالباً ریاض (سعودی عرب) میں ہیں۔ ان کے قیام لاہور کے دوران ان کی دو کتابیں سامنے آئیں جنھیں مولانا عبیدالحق ندوی نے مکتبہ علمیہ لیک روڈ لاہور سے شائع کیا۔ پہلی کتاب "اقبال و دیوان ارمغان حجاز" فروری ۱۹۷۶ء میں طبع ہوئی۔ اس میں اقبال کے عہد، ان کی شخصیت، افکار اور شعری تصانیف پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ پھر "ارمغان حجاز" پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، پہلے اس کے مندرجات کا تعارف اور تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، اور پھر پوری کتاب کا عربی ترجمہ۔ ترجمہ سیدھی سادی نثر میں ہے : ؎

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رو
کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم مستانہ زد چنداں کہ گوئی
بپایش ریگ ایں صحرا حریر است (۵۰)

عربی ترجمہ :

"قلت للناقتہ وقت السحر : تہدی فی سیرک
فالراکب مجروح و مریض و عجوز

مضارب تخطو کا لسکران حتی انک تظن
ان رمال الصحراء اضحت تحت قد میها حریرا " (۵۱)

سمیر عبدالحمید کی دوسری کتاب "دیوان الاسرار والرموز" جولائی ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مثنوی "اسرار خودی" و "رموز بیخودی" پر عمومی بحث کی گئی ہے اور پہلے ایڈیشن پر مختلف طبقات کے ردعمل، پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں فرق، دونوں مثنویوں کا باہمی ربط اور اسلامی ادب میں ان کے پس منظر وغیرہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ ڈاکٹر عزام کے منظوم ترجمے کا جائزہ لیا گیا ہے اور ڈیڑھ سو کے قریب ایسے اشعار کا نثری ترجمہ اور تشریح پیش کی گئی ہے جنھیں عزام نے نظرانداز کر دیا تھا۔ ڈاکٹر عزام کا منظوم ترجمہ بھی بطور ضمیمہ شامل کتاب ہے۔

سمیر صاحب کے قلم سے "الطریق الی الوحدۃ الامۃ الاسلامیہ" کے عنوان سے ۱۴۰۱ھ میں ایک اور کتاب قاہرہ سے شائع ہوئی جس میں مولانا مودودی اور علامہ اقبال کے افکار کا موازنہ کیا گیا ہے۔

عرب دنیا کے ذخیرہ اقبالیات میں شاید سب سے زیادہ سنجیدہ علمی کام عین شمس یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین کا ہے جنھوں نے "رسالۃ الخلود" کے عنوان سے جاوید نامہ کا ترجمہ اور تشریح ساڑھے تین سو صفحات کی ضخیم جلد میں پیش کی۔ یہ کتاب ۱۹۷۴ء میں منظرعام پر آئی۔ اس کی بنیاد ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس مقالے پر تھی جو انھوں نے فارسی ادب پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے "جاوید نامہ" کے موضوع پر پیش کیا۔ "جاوید نامہ" کی اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر عزام نے بھی اس کے ترجمے کا ارادہ کیا تھا، اور آغاز بھی لیکن پھر "پیام مشرق" کے منظوم ترجمے کی مصروفیت میں یہ کام مکمل نہ ہوسکا (۵۲)۔ ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین کے اس محققانہ کام نے بدرجہ احسن اس خلا کو پر کر دیا۔ انھوں نے نہ صرف "جاوید نامہ" کے ۱۹۵۹ء اشعار کا ترجمہ و ترجمانی موثر عربی نثر میں کی بلکہ اقبال کے اس شہکار کے فکری پس منظر اور مختلف طواسین کے متعلق تمہیدی اشارات اور فلسفیانہ رموز کے تجزیاتی مطالعے کی وساطت سے فکر اقبال کو مجموعی اعتبار سے اس سے کہیں وسیع ترکینوس پر پیش کیا جس پر وہ اس وقت تک دنیائے عرب میں پیش کی جا سکی تھی۔

ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین نے حسن محمود الشافعی کے اشتراک سے "تطور الفکر الفلسفی فی ایران" کے عنوان سے The Development of Metaphysics in persia کا عربی ترجمہ بھی

مکمل کیا جو قاہرہ سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہو گیا ہے۔ یاد رہے کہ اسی کتاب کا ایک عربی ترجمہ ۱۹۸۷ء میں "ماوراء الطبیعۃ فی ایران" کے عنوان سے ڈاکٹر حسین مجیب المصری کے قلم سے بھی شائع ہو چکا تھا لیکن وہ علامہ کی اصل انگریزی تصنیف دستیاب نہ ہونے کے باعث اس کے ایک فرانسیسی ترجمے سے عربی میں منتقل کیا گیا تھا۔ اس بناء پر ڈاکٹر محمد السعید جمال الدین اور حسن محمود الشافعی نے براہ راست انگریزی سے ترجمے کی ضرورت محسوس کی۔

ڈاکٹر حسین مجیب المصری بھی معاصر عرب اقبال شناسوں میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں ان کے قلم سے "جاوید نامہ" کا منظوم ترجمہ "فی السماء" ۱۹۷۵ء میں "ارمغان حجاز" کے صرف فارسی قطعات کے منظوم عربی ترجمے پر مشتمل "ہدیۃ الحجاز" ۱۹۷۶ء میں "اقبال والعالم العربی" (بیک وقت عربی اور انگریزی ' دونوں میں) ۱۹۷۷ء میں "گلشن راز جدید" کا منظوم ترجمہ "روضۃ الاسرار" ۱۹۷۸ء میں اقبال والقرآن "اور ۱۹۸۱ء میں "اقبال بین المصلحین الاسلامیین" شائع ہوئی۔ آخر الذکر کتاب میں ڈاکٹر حسین مجیب نے مصر' ترکی' ایران' اور پاک و ہند میں اہم اصلاحی تحریکوں کا جائزہ لیتے ہوئے جمال الدین افغانی' محمد عبدہ' رشید رضا' محمد عاکف' نور الدین طوپچو' ساطع آل ورڈی' محمد تقی طباطبائی' امیر کبیر' ابوالکلام آزاد اور ابوالاعلیٰ مودودی کے تقابل میں اقبال کی حیثیت بطور مصلح متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ یاد رہے کہ اسی نوعیت کی ایک کتاب "رواد الوعی الانسانی فی الشرق الاسلامی" (شرق اسلامی میں شعور انسانی کے نقیب) وزارت الثقافۃ والارشاد القومی کے زیر اہتمام قاہرہ سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی تھی جس کے مصنف ڈاکٹر عثمان امین تھے۔ اس کتاب میں جمال الدین افغانی' محمد عبدہ' عبدالرحمٰن الکواکبی اور علامہ اقبال کی فکری حیثیت سے بحث کی گئی تھی۔ ڈاکٹر عثمان امین' اقبال کے نظریہ خودی سے بہت متاثر تھے۔ ۱۹۵۶ء میں "رسالۃ محمد اقبال" (محمد اقبال کا پیغام) کے عنوان سے ان کا ایک مضمون بھی بہت پسند کیا گیا تھا۔

طویل کلام کے باعث اختصار لازم ہوتا جا رہا ہے اور مصر کے شاعر' ناول و افسانہ نویس اور تمثیل نگار نجیب الکیلانی کی قابل ذکر کتاب "اقبال۔ الشاعر الثائر" کا ذکر رہا جاتا ہے جو پہلی بار ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی اور بقامت کہتر بقیمت بہتر کے مصداق اختصار کے باوجود اقبال کی شخصیت اور افکار کا ایک بھرپور تعارف پیش کرتی ہے۔ کتاب کا اسلوب بہت موثر ہے اور اسے (اشاعت سے قبل) ۱۹۵۷ء کے تحریری مقابلہ بسلسلہ سوانح میں مصری وزارت تعلیم کی جانب سے انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔

آپ نے دیکھا کہ دنیائے عرب کے ثقافتی مرکز مصر میں اقبالیات کا کام سب سے زیادہ ہوا ہے۔ مضمون کی طوالت اجازت نہیں دیتی کہ ہم عباس محمود کی "تجدید التفکیر الاسلامی" (قاہرہ ۱۹۵۵ء ترجمہ از انگریزی خطبات بسلسلہ تشکیل جدید)، ڈاکٹر احمد معوض کی "العلامہ محمد اقبال ـــ حیاتہ و آثارہ" (مصر ۱۹۸۰ء) ڈاکٹر احمد ماہر البقری کی "الفکر الاسلامی فی ادب اقبال" (اسکندریہ ۱۹۸۸ء) وغیرہ اور بہت سی کتب کا تذکرہ کریں۔ مصر کے اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے نیز اقبالی تقریبات میں پڑھے جانے والے مضامین کا احاطہ بھی ممکن نہیں۔ ان کے کئی وقیع مجموعے شائع ہو چکے ہیں (۵۳) اور ہو رہے ہیں۔ اس نوع کے مضامین کا ایک اچھا انتخاب ڈاکٹر ظہور احمد صاحب اظہر کی تالیف "اقبال العرب علی دراسات اقبال" (۵۴) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عرب شعراء نے علامہ کو جو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے، اسے بھی زیر بحث لانا اس وقت ممکن نہیں (۵۵)۔

اقبالیات کا چرچا اگرچہ مصر میں سب سے زیادہ ہے تاہم دیگر بلاد عرب میں بھی روز افزوں ہے۔ مصر کے بعد شاید اس سلسلے میں دمشق (شام) کا نمبر ہے اور اس کا سبب غالباً ڈاکٹر احسان حقی کی وہاں موجودگی ہے جنہیں علامہ سے ذاتی روابط کا شرف حاصل ہے اور جن کے دل میں پاکستان کے لیے غیر معمولی محبت پائی جاتی ہے (۵۶)۔ ان کے علاوہ جناب توحید احمد جیسے فعال اور محب وطن پاکستانی کی سفارت خانہ پاکستان ـــ دمشق سے وابستگی بھی وہاں اقبالیات کے فروغ کا ایک سبب ہے۔ دمشق کے اقبالیوں میں جناب عبدالمعین الملوحی کا نام زیادہ نمایاں ہے۔ انہوں نے نہ صرف اقبالی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا اور تعارف اقبال کے سلسلے میں بعض مضامین سپرد قلم کیے بلکہ "بال جبریل" کا عربی میں ترجمہ بھی کیا۔ تاہم یہ اردو سے براہ راست ترجمہ نہیں تھا۔ چنانچہ ۱۹۸۹ء میں دارالاقبال دمشق سے "دیوان جناح جبریل" کے عنوان سے زہیر ظاظا کا منظوم عربی ترجمہ بھی شائع ہوا۔ اس سے قبل ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر علی حسون کی کتاب "فلسفۂ اقبال" بھی دارالسوال دمشق ہی سے شائع ہو چکی تھی۔

محمود احمد غازی اور صاوی شعلان کا مشترکہ ترجمہ "پس چہ باید کرد" جس کا اوپر تفصیل سے ذکر ہوا، بھی ۱۹۸۸ء میں دارالفکر دمشق ہی سے شائع ہوا ہے۔ دارالفکر دمشق نے ۱۹۶۴ء میں بھی اقبالیات کے سلسلے میں "ذکری محمد اقبال" شائع کی تھی جس میں بعض مقالات اور کلام اقبال کا ایک انتخاب شامل تھا۔ مولانا ابوالحسن علی الندوی کی "روائع اقبال" جس پر تفصیلاً بات ہو چکی ہے، بھی پہلی بار ۱۹۶۰ء میں دمشق ہی سے شائع ہوئی تھی۔

عراق میں اقبالیات کے ضمن میں محترمہ امیرہ نورالدین داؤد کا نام سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے جن کا شمار کلام اقبال کے عرب مترجمین میں ہوتا ہے ۔ ان کی کتاب "درر" من شعر اقبال۔ شاعر الاسلام و فیلسوفہ "بغداد سے ۱۹۵۱ء میں چھپی تھی ۔ ڈاکٹر حمید مجید ہدو کی کتاب" اقبال ـــ الشاعر و الفیلسوف والانسان" ۱۹۶۳ء میں نجف سے شائع ہوئی ۔

یمن کے حوالے سے محمد محمود زبیری کا ذکر ہو چکا ہے ۔ سعودی عرب میں اقبالیاتی سرگرمیوں کی نمائندگی ۱۹۸۸ء میں دار حراء ،مکہ المکرمہ سے شائع ہونے والی کتاب "محمد اقبال و موقفہ من الحضارۃ العربیہ" کرتی ہے جس کے مصنف خلیل الرحمٰن عبدالرحمٰن ہیں ۔

مختلف عرب ممالک میں پاکستانی سفارت خانوں کی بعض اشاعتیں بسلسلہ اقبالیات بھی خاصی وقیع ہیں ۔ ان میں نومبر ۱۹۸۵ء میں دمشق کی اقبال کانفرنس میں پیش کی جانے والی نظم و نثر کا مجموعہ "نداء اقبال" خاص طور پر قابل ذکر ہے جسے ۱۹۸۶ء میں دار لفکر دمشق نے شائع کیا ۔ یہ کانفرنس پاکستانی سفارت خانہ دمشق اور شامی وزارت ثقافت کے باہمی تعاون سے منعقد ہوئی تھی ۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل چند اشاعتیں بھی لائق ذکر ہیں :

سفارت خانہ پاکستان قاہرہ

- الباقوری، سید احمد حسن و سید سجاد حیدر "محمد اقبال فیلسوف الاسلام و شاعر پاکستان" ۱۹۶۷ء
- حدیث الروح، ۱۹۷۰ء
- محمد اقبال (طٰہٰ حسین، عباس محمود العقاد، فتحی رضوان وغیرہ کے مضامین کا مجموعہ) س ن

سفارت خانہ پاکستان دمشق

- شاعر پاکستان والفیلسوف الکبیر محمد اقبال، ۱۹۸۵ء
- اقبال الشاعر الفیلسوف، البذرہ التی ازہرت باکستان، ۱۹۸۵ء
- افکار اقبال (چار لیکچر) ۱۹۸۷ء

سفارت خانہ پاکستان "ریاض" جدہ

- عبدالرحمٰن خلیل الرحمٰن 'اقبال و قضایا معاصرۃ' ۱۹۸۵ء
- الآفاق ' ۱۹۸۶ء
- اقبال والامتہ الاسلامیہ ' ۱۹۸۶ء
- الفضلی ' عبدالہادی 'المسئو لیتہ الخلقیتہ فی فکر الدکتور محمد اقبال ' ۱۹۸۶ء
- الطرازی ' عبداللہ مبشر 'المفکر الاسلامی الکبیر' العلامہ الدکتور محمد اقبال ' ۱۹۸۷ء

یہاں اقبال اکادمی پاکستان ' لاہور کی ان عربی مطبوعات کی طرف اشارہ بھی نامناسب نہ ہو گا جنھیں مصری مطبوعات سے عکسی طور پر شائع کر کے اکادمی نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے ' مثلاً ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی کتاب "محمد اقبال سیرتہ و فلسفتہ و شعرہ" نیز انہی کا ترجمہ "پیام مشرق "جامعہ پنجاب لاہور کے شعبہ اقبالیات کی طرف سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہونے والا مجموعہ "ابحاث ذکری اقبال المئویۃ" بھی قابل ذکر ہے جس میں دسمبر ۱۹۷۷ء کے جشن صد سالہ ولادت علامہ محمد اقبال کے سلسلے کی بین الاقوامی اقبال کانفرنس لاہور میں پڑھی جانے والی عربی تحریروں کو معروف ماہر اقبالیات پروفیسر محمد منور صاحب کے زیر اہتمام یکجا کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔

برصغیر کے حوالے سے ڈاکٹر صلاح الدین محمد شمس الدین الندوی کی ضخیم عربی تصنیف (۴۴۰ صفحات) "الاتجاہ الاسلامی فی شعر محمد اقبال" کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جس کی اشاعت ۱۹۹۱ء میں الدار السلفیہ 'بمبئی' (بھارت) سے ہوئی ہے۔

عربی زبان کے ذخیرہ اقبالیات میں اضافہ مسلسل جاری ہے۔ میں آخر میں فہمی قطب الدین نجار کے تحقیقی مقالے "محمد اقبال و صلتہ الثقافیتہ بالعالم العربی' تاثرہ و تاثیرہ" کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا جو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے شعبہ عربی میں پیش کیا گیا اور ہنوز زیر امتحان ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین !

حواشی

۱۔ دیکھیے :

ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، الدینوری، عیون الاخبار، دار الکتب المصریہ، قاہرہ ۱۳۴۳ھ ر ۱۹۲۵ء، ۲۷۴/۱

عبدالقادر البغدادی، خزانۃ الادب، دار الثقافۃ، بیروت، س ن، ۴۹۸/۳

ڈاکٹر ریحانہ خاتون (دانش گاہ دہلی) نے اپنے فکر انگیز مضمون ''دیوان حافظ میں مذکورہ ایک باستانی رسم'' (مطبوعہ کاوش، مجلہ تحقیقی و ادبی، شعبہ زبان و ادبیات فارسی، گورنمنٹ کالج لاہور، شمارہ ۲، سال ۱۹۹۲ء ص ۳۴۔ ۴۲) میں اس طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ زمین پر شراب چھلکانے کا یہ تصور جو عربی سے فارسی تک پہنچا، Libation کی قدیم رسم سے مربوط ہو سکتا ہے۔

عین ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحبہ کا یہ خیال درست ہو اور خود جذیمہ کا یہ دستور اسی رسم کے تحت آتا ہو۔ تاہم Libation کی حیثیت بنیادی طور پر مذہبی رہی ہے جس سے مقصود دیوتاؤں کو خوش کرنا تھا جبکہ جذیمہ کے ہاں اس کی بنیاد ذاتی عظمت و تفاخر کے احساس پر بتائی گئی ہے اور زیر بحث ادبی روایت اسی کے تسلسل سے آگے بڑھتی ہے جس میں شراب چھلکانے والے کی مربیانہ عظمت اور جس چیز پر چھلکائی جاتی ہے، اسے اعزاز بخشنے کا تصور نمایاں ہے۔ ممکن ہے تحقیق سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ جذیمہ کے اس عمل کا محرک Libation ہی تھی اور ''فرقدین'' کو دیوتاؤں کی حیثیت حاصل تھی۔ تاہم ایسی صورت میں بھی ادبی روایت بدستور اسی تصور سے منسلک رہے گی جو مشہور عام ہے کیونکہ مسلمات ادبی کا تعلق امر واقع سے بڑھ کر تصور معروف سے ہوتا ہے۔

۲۔ جیسا کہ ڈاکٹر ریحانہ خاتون نے مضمون مذکور میں نہایت قابلیت سے واضح فرمایا ہے، یہ شعر معمولی اختلاف روایت کے ساتھ کئی مآخذ میں نقل ہوتا چلا آیا ہے لیکن شاعر کا نام معلوم نہیں۔ قدیم ترین ماخذ جس کی انہوں نے نشان دہی فرمائی ہے، امام غزالی کی احیاء العلوم ہے جس میں دو شعر کا یہ قطعہ نقل ہوا ہے۔

شربنا شرابا طیبا عند طیب
كذاك شراب الطيبين يطيب
شربنا و اهرقنا على الارض فضله
و للارض من كاس الكرام نصيب

۳۔ دیگر فارسی شعراء کے ہاں بھی اس مضمون کے اشعار ملتے ہیں۔ دیکھیے: کاوش، مضمون مذکور، نیز لغت نامہ دہخدا، بذیل ''جرعہ''۔

۴۔ غزلہای حافظ، سازمان کتابہای جیبی، تہران، ۱۳۴۱، ص ۲۵۱

۵۔ کلیات غالب (فارسی)، مطبع نو لکشور، لکھنؤ، بار دوم، ۱۳۱۰ھ ر ۱۸۹۳ء، ص ۲۳۱

۶۔ کلیات اقبال (اردو) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، فروری ۱۹۷۳ء ص ۳۲۴

۷۔ ایضاً، ص ۳۸۶۔ یہاں "گل" بالضم درج ہے۔ درست "گل" بالکسر ہے جس کا تعلق مٹی پر شراب چھلکانے کی زیر بحث روایت سے ہے۔

۸۔ کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مئی ۱۹۸۵ء ص ۳۸

۹۔ کلیات اقبال (اردو)، ص ۵۸۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۷۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۷۹

۱۲۔ دیکھیے ابوالحسن علی الحسنی الندوی، روائع اقبال مجلس نشریات اسلام آباد، کراچی، ۱۴۰۳ھ ر ۱۹۸۳ء ص ۲۳۱

۱۳۔ دیوان الحماسہ، (مع شرح عربی از مولانا محمد اعزاز علی امروہوی) المکتبۃ السلفیہ، لاہور، س ن، ص ۱۳

۱۴۔ حسین احمد پراچہ صاحب نے اس گفتگو کو "اقبال پر عربی ادب کے اثرات" کے عنوان سے ایک مضمون کی صورت دے کر انہی دنوں کالج کی ایک تقریب بسلسلہ "یوم اقبال" میں پڑھا۔ پھر یہ مضمون کالج کے مجلہ "خیابان" ـــ (اب "نوید صبح") کے شمارہ جون ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ نومبر ۱۹۷۷ء میں اسی مجلے کے "اقبال نمبر (۲)" بسلسلہ صد سالہ جشن ولادت علامہ اقبال، میں اس کی اشاعت مکرر ہوئی۔ کافی عرصہ بعد بزم اقبال، لاہور نے اس مجلے کا ایک انتخاب شائع کیا۔ یہ مضمون اس میں بھی شامل ہے (دیکھیے: زاہد منیر عامر (مرتب)، "اقبال شناسی اور نوید صبح" (نظر ثانی: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی) بزم اقبال، لاہور، جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۱۷۵۔ ۱۸۴)۔ اسی موضوع پر مزید مطالعے کے لیے دیکھیے:

محمد ابراہیم ذار، مضامین ذار، ذار پبلیکیشن کمیٹی بمبئی، س ن، ص ۲۴۹۔ ۲۶۶، "اقبال اور عربی شعراء"

پروفیسر محمد منور، "میزان اقبال" یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، ۱۹۷۲ء ص ۲۳۔ ۴۴ "کلام اقبال پر عربی ادب کے اثرات"۔

محمد ابوذر خلیل، اثر الادب العربیہ فی شعر اقبال الشاعر، مقالہ برائے ایم۔ اے ۱۹۹۱ء شعبہ عربی بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

۱۵۔ دیوان الحماسہ، ص ۲۲

۱۶۔ دیکھیے: ابن منظور، لسان العرب، بذیل " ":

"والنجم الثریا، وھو اسم لھا علم مثل زید و عمرو و ان اخرجت منہ الالف واللام تنکر ....

النجم فی الاصل: اسم لکل واحد من کواکب السماء وھو بالثریا اخص، فاذا اطلق فانما یرادبہ ھی ...."

۱۷۔ کلیات اقبال (اردو)، ص ۲۲

۱۸۔ قرآن مجید، (۲ر۱۷۷، ۲۱۵)، (۴ر۳۶)، (۸ر۴۱)، (۹ر۶۰)، (۱۷ر۲۶)، (۳۰ر۳۸)، (۵۹ر۷)

۱۹۔ ایضاً' (۳ر۷)' (۱۳ر۳۹)' (۴۳ر۴)

۲۰۔ ایضاً' (۶ر۹۲)' (۴۳ر۷)

۲۱۔ دیوان عمر بن ابی ربیعہ ' (مع شرح محمد العنانی)مطبعۃ السعادۃ ' مصر ۱۳۳۰ھ' ص ۱۸۴

۲۲۔ کلیات اقبال (اردو)' ص ۲۳۰

۲۳۔ قرآن مجید' ۸۳ر ۲۵۔ ۲۶

۲۴۔ کلیات اقبال (اردو)' ص ۳۸۹

۲۵۔ ایضاً' ص ۱۹۸

۲۶۔ کلیات اقبال (فارسی)' ص ۱۶۹۔ ۱۷۰

۲۷۔ دیکھیے :الدراسات الاسلامیہ (عربی مجلہ ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد) جلد ۱۲' شمارہ ۳' ۴' ۵ اقبال نمبر ۱۳۹۷ھ ر ۱۹۷۷ء' ص ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (راقم کے قلم سے اس مضمون کے اردو ترجمے کے لیے دیکھیے :صحیفہ 'اقبال نمبر (حصہ دوم)' نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء جنوری' فروری ۱۹۷۸ء مجلس ترقی ادب' لاہور' ص ۸۱۔ ۹۰ نیز ڈاکٹر سلیم اختر (مرتب)' اقبال' ممدوح عالم' بزم اقبال' لاہور' نومبر ۱۹۷۸ء ص ۳۹۱۔ ۴۰۵)

۲۸۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' اقبالیاتی جائزے' گلوب پبلشرز' لاہور' ۱۹۹۰ء ص ۱۳۳

۲۹۔ عبدالوہاب عزام' رسالہ المشرق (منظوم عربی ترجمہ پیام مشرق)' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' اشاعت دوم' ۱۹۸۱ء' مقدمہ المترجم' ص ۳۔ ۴

۳۰۔ یہ اجلاس ۴ دسمبر ۱۹۳۱ء کو شام سات بجے شبان المسلمین کے دفتر میں ہوا۔ علامہ نے انگریزی میں تقریر کی۔ دیکھیے :محمد حمزہ فاروقی' سفرنامہ اقبال' مکتبہ معیار' کراچی' ۱۹۷۳ء ص ۱۴۹۔ ۱۵۰

۳۱۔ کلیات اقبال (فارسی)' ص ۳۱۴۔ ۳۱۵

۳۲۔ مصری ایڈیشن کا عکس اقبال اکادمی پاکستان' لاہور سے شائع ہو چکا ہے (۱۹۵۴' ۱۹۶۰' ۱۹۸۵ء)

۳۳۔ مولانا ابوالحسن علی الندوی' روائع اقبال' ص ۱۴

۳۴۔ عزام' رسالہ المشرق' مقدمہ المترجم' ص ۶۔ ۷

۳۵۔ کلیات اقبال (فارسی) ص ۵

۳۶۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام' دیوان الاسرار والرموز' دارالمعارف' مصر' ۱۹۵۵' ص ۵

۳۷۔ موازنہ کیجیے :کلیات اقبال (فارسی)' ص ۲۸۴' عزام' رسالہ المشرق' ص ۵۱ ""بین اللہ والانسان"

۳۸۔ مولانا ندوی' روائع اقبال' ص ۱۵

۳۹۔ کلیات اقبال (اردو) ص ۱۹۹

۴۰۔ محمد حسن الاعظمی ر الصاوی علی شعلان' فلسفہ اقبال والثقافۃ الاسلامیہ فی الہند والباکستان' مصر ۱۳۶۹ھ ر ۱۹۵۰ء' ص ۱۰۱۔ اصل میں " حدیث الروح " کے بجائے " کلام الروح " تھا۔ معلوم نہیں خود شاعر نے یہ ترمیم کی یا ام کلثوم کے اسی طرح گا دینے کی وجہ سے " حدیث الروح " مشہور ہو گیا۔

۴۱۔ کلیات اقبال (اردو)' ص ۱۵۹

۴۲۔ الاعظمی ر شعلان' فلسفہ اقبال' ص ۱۲۲

۴۳۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، حال ڈائرکٹر جنرل دعوۃ اکیڈیمی، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۴۴۔ محمود احمد غازی ر صاوی شعلان، والآن ماذا نصنع یا امم الشرق (عربی ترجمہ مثنوی پس چہ باید کرد) دارا لفکر، دمشق ۱۴۰۸ھ ر ۱۹۸۸ء قصۃ الکتاب، ص ۱۲۔ ۱۳

۴۵۔ دیکھیے حوالہ سابقہ۔ بیرونی سرورق پر صرف "یا امم الشرق" اور اندرونی سرورق پر "دیوان، والآن .. ماذا نصنع؟ یا امم الشرق" درج ہے۔

۴۶۔ عمر بہاء الدین الامیری، اقبال والزبیری، سفارۃ جمہوریہ پاکستان الاسلامیہ، الریاض۔ جدہ، ۱۴۰۸ھ ص ۱۲

۴۷۔ محمود احمد غازی ر صاوی شعلان، ... یا امم الشرق، ص ۱۷

۴۸۔ کلیات اقبال (اردو)، ص ۳۷۸

۴۹۔ الامیری، اقبال والزبیری، ص ۲۳ (زبیری کی کچھ نگارشات "فی جو اقبال، شاعر الاسلام" کے عنوان سے بھی شائع ہوئیں۔ دیکھیے: فہمی قطب الدین نجار، محمد اقبال و صلتہ الثقافیۃ بالعالم العربی، تاثرہ و تاثیرہ، مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی، شعبہ عربی جامعہ اسلامیہ بہاولپور، برائے سال تدریسی ۱۹۸۸ء حاشیہ ۵۳، ص ۱۶۷

۵۰۔ کلیات اقبال (فارسی)، ص ۹۰۷

۵۱۔ سمیر عبدالحمید ابراہیم، اقبال و دیوان ارمغان حجاز، المکتبۃ العلمیہ، لیک روڈ، لاہور، ۱۳۹۶ھ ر ۱۹۷۶ء ص ۱۸۶

۵۲۔ دیکھیے: عزام، رسالۃ المشرق، مقدمۃ المترجم، ص ۷۔ ۸

۵۳۔ بعض ایسے مجموعوں کی فہرست کے لیے دیکھیے: فہمی نجار، محمد اقبال وصلتہ الثقافیۃ ...، ص ۱۶۵۔ ۱۶۷

۵۴۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، اقبال العرب علی دراسات اقبال، المکتبۃ العلمیہ، لاہور، ۱۳۹۷ھ ر ۱۹۷۷ء

۵۵۔ چند نمونوں کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، اقبال عرب شعراء کی نظر میں، المکتبۃ العلمیہ، لاہور، ۱۹۷۷ء

۵۶۔ ڈاکٹر احسان حقی صاحب کی کتاب "پاکستان ماضیہا و حاضرہا" ۱۳۹۳ھ ر ۱۹۷۳ء میں بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔

○

کتابوں پر تبصرے

کلیات اقبال اردو
" " فارسی
اہتمام اشاعت: اقبال اکادمی پاکستان' لاہور
باشتراک (i) نیشنل بک فاونڈیشن' اسلام آباد
(ii) وزارت فرہنگ ارشاد اسلامی جمہوری اسلامی ایران : تعاون فارسی کلیات
سال اشاعت ۱۹۹۰ء
صفحات کلیات اردو ۷۵۶ کلیات فارسی ۸۶۸
مبصر پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض

انسانی تاریخ کے کوئی چار ہزار متاخر سال 'واقعات و حوادث کے اعتبار سے خاصے واضح ہیں' مگر زیادہ صراحت اور وضاحت دو ہزار یا پندرہ سو برسوں کے بارے میں دستیاب ہے۔ خالق کائنات نے اپنے "ایام" مطالعہ کرتے رہنے (۱) کی تلقین کی اور ارشاد فرمایا کہ جسے ہم پچاس ہزار سال کی مدت (۲) قرار دیتے ہیں' وہ خدا کا ایک یوم ہے۔ یوں ہم اس مدت شش روزہ کا قیاس و اندازہ کر سکتے ہیں جس میں ارض و سماوات کی تخلیق ہوئی ہے (۳)۔ ہمارا غیر حقیقی زمانہ ماضی' حال اور مستقبل کا اسیر ہے اس لیے وہ اعتباری کہا جاتا ہے۔

زماں را در ضمیر خود ندیدم
مہ و سال و شب و روز آفریدم

مہ و سالت نمی ارزو بیک جو
بحرف دمکم لبنقتم غوطہ زن شو (۴۔الف) (۴)

اس اعتباریت کے باوجود یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ لوگ گزشتہ ' حال اور مستقبل کی صدی پر غور فکر کرتے رہے ہیں' اور یوں انسانی تاریخ مختلف ادوار میں تقسیم ہوتی رہی ہے ۔ حالیہ صدیوں میں ایجادات و اختراعات کی رفتار محیرا لعقول رہی 'اس لیے لوگ صدی کے بدل جانے کو زیادہ اہمیت دینے لگے ۔ اس اہمیت کا اندازہ چودہویں صدی عیسوی یا بیسویں صدی ہجری کے ذکر کے سیاق میں لگایا جا سکتا ہے گو ۔

زمانہ ایک ' حیات ایک 'کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم (۵)

علامہ اقبال نے اپنے آپ کو فردا ـــــــ مستقبل کا شاعر قرار دیا' اور اس طرح کتاب زندہ قرآن مجید کی تعلیمات سے خصوصی وابستگی دکھانے والے اس صاحب پیغام سخن گو نے اپنی ابدیت یعنی مستقل استقبال کو بر ملا بیان کر دیا ہے ۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ (۶)

ایک فارسی شعر میں کہتے ہیں ۔

نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم
من نوائے شاعر فرداستم (۷)

علامہ اقبال کی شاعری قرن حاضر یعنی بیسویں صدی عیسوی کے تقریباً ابتدائی چالیس برس پر محیط ہے' اس لیے معاصر شعراء اس صدی کو "عصر اقبال" کہتے ہیں ۔ اس ضمن میں ان کے دو معاصر ایرانی شعراء' ملک الشعراء بہار اور ڈاکٹر قاسم رساتہرانی کے درج ذیل اشعار معروف ہیں ۔

قرن حاضر خاصہ اقبال گشت
واحدی کز صد ہزاراں بر گذشت

تبصرہ

قرن حاضر خاصہ اقبال بود
کز قیامش لذت ایماں فزود

حقیقت یہ ہے کہ قرن حاضر کے جن شعراء، ادباء اور مفکرین نے علامہ اقبال کی تصانیف پڑھی ہوں، ان میں سے کم ہی کوئی ہو گا جو علامہ مرحوم کے فکر و فن سے اثر پذیر نہ ہوا ہو۔ اس امر کی تائید تصانیف اقبال کے تراجم، ان کے منتخبات نیز اقبال کے بارے میں سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مقالے پیش کرتے ہیں۔ ۲۱ اپریل ۱۹۸۸ء کو علامہ اقبال کی وفات پر نصف صدی بیت گئی اور کاپی رائٹ کی پابندی اٹھ گئی۔ اس پر کئی پاکستانی ناشرین کی آرزو بر آئی اور وہ اقبال کی کتب جدا گانہ طور پر یا کلیات کی صورت میں شائع کرنے لگے۔ اس سے ذرا پہلے اقبال کے انگریزی خطبات مفید حواشی کے (۸) ساتھ شائع ہو گئے تھے۔ اب حضرت علامہ کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ بھی اسی معیار پر زیر اشاعت بتایا جاتا ہے۔ مگر اکیسویں صدی عیسوی کی آمد سے کوئی ایک عشرہ پہلے علامہ مغفور کا اردو اور فارسی کلیات دیدہ زیب اور نہایت باشکوہ طریقے سے شائع ہوا ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن اور اقبال اکادمی پاکستان کی یہ مشترک سعی نہایت خوش آئند ہے۔ فارسی کلیات کی طباعت میں ایران کی وزارت نے بھی معاونت کی ہے کیونکہ اس وزارت کی سفارش پر اس کلیات کی کتابت انجمن خوش نویسان ایران کے ذریعے انجام پذیر ہوئی ہے۔ دونوں کلیات معاصر خطاطی کے اعلیٰ نمونوں کے آئینہ دار ہیں۔ جلدیں بھی مجلّٰی اور مستحکم ہیں، اور کاغذ کی نفاست کے سلسلے میں یہ نکتہ کافی ہے کہ ایسا کاغذ بالعموم دینی کتب کے لیے مخصوص رہا ہے۔ صفحہ بندی میں کلیات کے اور ہر انفرادی کتاب کے صفحے جدت آمیزی سے ہر ورق کے وسط میں لگائے گئے ہیں۔ اس کلیات کو اکیسویں صدی عیسوی کی ہراول مطبوعات میں ملاحظہ کیا جائے۔ طلوع صدی تک اس کے نہ معلوم کتنے ایڈیشن نکل چکے ہوں گے مگر اقبال کا پیغام تازہ بتازہ، نو بنو ہی رہے گا۔

در رہ دوست جلوہ ہاست تازہ بتازہ نو بنو
صاحب شوق و آرزو دل ندہد .بکلیات

صدق و صفاست زندگی، نشو و نماست زندگی
" تا ابد از ازل بتاز ملک خداست زندگی "

انہوں نے بیسویں صدی عیسوی کے ربع دوم میں افکار نو کی مدد سے تجدید کائنات کرنے کا داعیہ پیش کیا کیونکہ عظمت انسانی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان تخلیقی امور میں امکانی حد تک خداداد صلاحیت سے کام لیتا رہے۔

اٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں

پرانے ہیں یہ ستارے، فلک بھی فرسودہ
جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز

اگر مقصود کل میں ہوں، تو مجھ سے ماورا کیا ہے
مرے ہنگامہ ہائے نوبنو کی انتہا کیا ہے

علامہ اقبال کا فکر و فن ان کے اردو اور انگریزی مقالات و کتب، مکاتیب، بیانات، ملفوظات اور متفرق تحریروں سے اجاگر ہے، مگر غالب قارئین ان کی شاعری ہی سے رجوع کرتے ہیں۔ گو اقبال کی دیگر تحریروں کی طرح ان کے اشعار میں بھی تلاش و جستجو کے ذریعے بھرپور کام ہو رہا ہے، مگر اساسی اہمیت انہی کتب کی ہے جو ۱۹۷۳ء سے دونوں زبانوں کی کلیات کی صورت میں متداول رہیں، اور اب اقبال اکادمی پاکستان لاہور اور نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کے ذریعے نئی شان اور نئی آن کے ساتھ منظرعام پر آئی ہیں دونوں کلیات کے بعض مشترکات ہیں: کاغذ ایک ہے اور جلد کی تزئین بھی یکساں۔ ابتدا میں ایک صفحہ علامہ اقبال کے اعتذار و انکسار کا آئینہ دار ہے۔ حضرت علامہ نے لکھا ہے کہ وہ خاص مقاصد کی تکمیل کی خاطر نغمہ سرا ہوئے ہیں۔ بعد کے سات صفحات عالمی مشاہیر کی آراء اور حضور اقبال ان کے خراج عقیدت کے اقتباسات پر مشتمل ہیں۔ اردو کلیات میں یہ اقتباسات بزبان اردو ملتے ہیں اور فارسی کلیات میں فارسی ترجمے کی صورت میں۔ یہاں مشاہیر کا خراج عقیدت نثر و نظم میں ملتا ہے۔ ان میں حضرت قائد اعظم محمد علی جناح، علامہ سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر علی شریعتی، ملک الشعراء بہار، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کے ارشادات دیکھے جا سکتے ہیں۔ راقم الحروف فارسی کلیات کی اشاعت کے سلسلے میں شریک تعاون بھی رہا۔

پہلے اردو کلیات پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔ اس کے مجموعی صفحات ۷۵۶ ہیں اور تعداد اشاعت ۳۵۰۰ ہے۔

علامہ اقبال اچھے خط کے قدر شناس تھے۔ وہ انگریزی اور اردو میں نہایت صاف اور خوشنما لکھتے رہے ہیں۔ ان کے فارسی خط نستعلیق کے کئی حروف ایرانی خطاطی کے مظہر ہیں۔ ان کی اردو کتابوں کی کتابت اعلیٰ پائے کے خطاطوں نے کی۔ موجودہ کلیات جمیل احمد قریشی "تنویر رقم" کا نقش کلک ہے۔ علامہ اقبال اپنے کلام کے خود بھی ناقد تھے۔ ان کے مسودات اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہیں۔ ان مسودات کا مطالعہ مظہر ہے کہ انہوں نے اپنے کلام کو اشاعت کے آخری مرحلے تک زیر نظر رکھا، اور بعض صورتوں میں ان کے اور کاتب کے درمیان رابطہ مسودوں سے بھی عیاں نہیں۔ ان کے اکثر مسودوں میں اصلاحات اور ترمیمات مشہود ہیں۔ کلیات کا یہ حسن قابل قدر ہے کہ اس میں علامہ کی تحریر کے عکس بھی مجلّہ انداز میں دیے گئے ہیں۔ اردو کلیات کے اندرونی صفحے پر "بسم اللہ الرحمان الرحیم" کے کلمات مبارک ہیں اور صفحے کے دوسری طرف نظم "ذوق و شوق" کا بند پنجم، جو نعتیہ ابیات پر مشتمل ہے اور اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

تحریر اقبال کے عکس مختلف حصوں اور نظموں کے آغاز میں یا بالمقابل شائع ہوئے ہیں مگر جہاں عکس اور مطبوعہ متن کی رونمائی آمنے سامنے ہوئی، وہاں حسن طباعت نے ذوق نظر سے خراج تحسین وصول کر ہی لیا مثلاً نظم "بلاد اسلامیہ" کے آغاز میں جو بانگ درا حصہ سوم کی پہلی نظم ہے، اسی حصے کی غزلیات کے آغاز میں، بال جبریل کے سرنامے اور رباعیات کے شروع میں اور ضرب کلیم نیز ارمغان حجاز حصہ اردو کے آغاز میں۔ ارمغان حجاز کے فارسی حصے کی طرف توجہ دلانے کی خاطر شروع کے ایک صفحے کو ارمغان حجاز کے مسودے کے ابتدائی صفحے کے عکس سے مزین کیا گیا ہے۔

کلیات اقبال اردو کی فہرس مضامین، اس کے حواشی اور اشارات علامہ اقبال کے زیر نگرانی شائع ہونے والی کتب کے سے ہیں۔ متن کی اصلاح اور اس کے درست طبع ہونے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ایک مفید اضافہ غزلیات، رباعیات اور قطعات وغیرہم کی فہرست بندی اور ہر غزل، رباعی یا قطعے وغیرہ کے مصرع اول کا درج کرنا ہے۔ علامہ مرحوم نے رباعیات یا اصطلاحاً" دو بیتیوں کو بے

عنوان ہی درج کیا تھا۔ غزل کو شاذ ہی غزل کا عنوان دیا تھا۔ یہی حال قطعات کا تھا۔ کلیات اقبال کا یہ اہتمام قابل ستائش ہے کہ اب غزل، دوبیتی یا رباعی اور قطعہ صنفی عنوان ہی سے مزین نہیں بلکہ ہر اس جدا گانہ تخلیق کا مصرع اول مکمل طور پر فہرست میں مرقوم ہے۔ اس جدت سے فہرست عناوین تو طویل ہو گئی لیکن حوالے کا کام اور آسان ہو گیا۔ بانگ درا حصہ اول میں ۱۳ غزلیں، حصہ دوم میں ۷ غزلیں اور حصہ سوم میں بشمول ظریفانہ کلام ۳۰ قطعے اور ۸ غزلیں ہیں۔ بال جبریل میں نظموں کے عنوان تھے تاہم کتاب بے فہرست ہی رہی۔ اب اس کے دونوں حصوں کی ۷۷ غزلوں کو مشخص کیا گیا۔ ۴ قطعوں اور ۴۲ دو بیتیوں کے مصرع ہائے اولیٰ درج کیے گئے۔ یوں صفحہ ۳۲۹ سے ۳۴۲ تک ۱۵ صفحے اس کتاب کی طویل فہرست پر محیط ہو گئے، البتہ ضرب کلیم کی پہلے سے فہرست موجود تھی۔ اس کتاب میں کل ۴ غزلیں ہیں۔ ۲۰ قطعے یا غزل نما قطعات "محراب گل افغان کے افکار" کے عنوان سے ہیں۔ فہرست میں ان غزلوں اور قطعوں کے پہلے مصرعوں کے ۲۴ نئے اندراج کیے گئے ہیں۔ ارمغان حجاز حصہ اردو کے داخل کتاب عنوانات کی فہرست بندی کی گئی ہے نیز ۱۳ رباعیات (دوبیتیوں) اور ۱۹ قطعات یا غزل پاروں کے پہلے مصرعوں کو فہرست عنوانات میں پہلی بار شامل کیا گیا ہے۔

پاکستان میں اب بوجوہ علامہ اقبال کے اردو کلیات ہی زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔ علامہ مرحوم کے مسودات کے چند صفحات کے عکسوں کی طباعت اس ضمن میں بھی محرک اور مشوق ہے کہ نئے قارئین کلیات اقبال کو نئی قرن کے تناظر میں دیکھیں اور بغور مطالعہ کریں۔ قومی زبان ہونے کے حوالے سے تعلیم و تعلم کی ہر سطح پر اردو کی روزافزوں پذیرائی کے علاوہ حکومت و صحافت کے سارے دائروں میں اس کا تداول اور رواج ہونا چاہیے۔ آجکل ایران کی جانب سے اقبال کے فارسی کلام کی بڑھتی ہوئی قدر افزائی اقبال کے فارسی کلام کے بارے میں پاکستانیوں کے ذوق و شوق اور تجسس میں اضافہ کر رہی ہے۔

"بال جبریل" کا عنوان علامہ نے "نشان منزل" کے کلمات کو قلم زد کر کے لکھا۔ وہ اس مجموعے کو پہلے "نشان منزل" سے موسوم کرنا چاہتے تھے مگر مقام و منزل کا جمود اور ٹھہراؤ انھیں پسند نہ تھا۔ انھیں تو "منزل ماہ" تک قبول نہ تھی اور لیلیٰ کی سعیت بھی انھیں بے حرکت محمل میں بیٹھنے پر مجبور نہ کر سکی تھی۔ اسی لیے وہ سکون طلب فلسفیوں کو نشان منزل کا بادی تسلیم نہ کر سکتے تھے۔

زجوی کہکشاں بگذر، ز نیل آسماں بگذر
ز منزل دل بمیرد گرچہ باشد منزل (۹) ماہی

تو رہ نورد شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول (۱۰)

نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں نہ راہی (۱۱)

حضرت جبرئیل ؑ 'روح الامین ہیں۔ اقبال نے ان کے بال و پر سے کتاب کو منسوب کیا' چنانچہ بال جبریل سے اقبال کی قوت دوستی اور حرکت پسندی واضح ہے۔ اس کتاب کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل

دیکھیے علامہ مرحوم نے علم و عشق کو کس خوبی سے پاکیزگی، حرکت اور قوت کا مظہر بتایا ہے!
اسی طرح کتاب "ضرب کلیم" کے ذیلی عنوان "افکار تازہ" پر توجہ کریں۔ اس کتاب کو اقبال "صور اسرافیل" سے موسوم کرنا چاہتے تھے۔ اس کا توضیحی "عنوان اعلان جنگ دور حاضر کے خلاف" ہے۔ ناقدین اس کتاب پر اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے بحث کرتے رہے کہ اس میں تفکر زیادہ ہے یا شعریت، حالانکہ شاعر نے "افکار تازہ" کا عنوان لکھ کر بات خود واضح کر دی تھی۔

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بحر بیکراں پیدا

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

"ضرب کلیم "اور " پس چہ باید کرد "دونوں مختصر کتابیں ہیں جو چند ماہ کے وقفے سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئیں اور فکر کے اعتبار سے تصانیف اقبال میں نہایت ممتاز ہیں۔ "ضرب کلیم" میں شاعر نے اپنے ہر شعر کو الہام اور بیداری کہا ہے' اور ایسی شاعری کے نغمہ جبریل اور صور اسرافیل ہونے میں کسے کلام ہے۔

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے تاریخ امم جس کی ہے تفصیل

وہ شعر کہ پیغام حیات ابدی ہے
یا نغمہ جبریل ہے یا بانگ سرافیل

اب ذرا کلیات فارسی پر بھی نظر ڈالیں جس کے مجموعی صفحات ۸۶۸ ہیں اور تعداد اشاعت وہی ساڑھے تین ہزار نسخے۔ اس کے خطاط یا خوش نویس ایران کے امیر فلسفی ہیں۔

علامہ اقبال کا فارسی کلیات گزشتہ ربع قرن کے دوران تین چار ایرانی ناشروں نے شائع کروایا اور عنوانات کی فہرست بندی بھی کی' تاہم موجودہ کلیات کی فہارس اور عناوین زیادہ ذوق پرور اور سہولت آمیز ہیں۔ اپنی دونوں مثنویاں "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" علامہ مرحوم نے خود ہی یکجا کر دی تھیں ' لہذا انہیں یکجا ہی رکھا گیا اور ان کی فہرست بھی مشترکا" اور جداگانہ لکھی گئی ہے۔ بالمقابل مسودے کی رو سے عکسی طباعت مظہر ہے کہ شاعر نے ان مثنویوں کی ترتیب میں پس و پیش کیا تھا اور مثنوی "اسرار خودی" کا پہلا نام "پیام سروش " تھا۔ یاد رہے کہ زرتشتی مذہب کا سروش ہمارے ہاں کے جبرئیل سے ملتا جلتا ہے۔

دیوان "پیام مشرق" کی فہرست پہلے سے متداول تھی۔ ۱۶۳ رباعیات (دو بیتیوں) اور ۴۵ غزلوں کے آغازیہ مصرعے پہلی بار شائع کر کے فہرست جامع بنائی گئی ہے۔ ابتدائی دیوان میں اقبال کے انگریزی نوٹس اور ہر حصے میں تحریر اقبال کے عکسی چاپ دیے گئے ہیں۔ کتاب کے اردو دیباچہ کا فارسی ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے تاکہ وہ فارسی دانوں کے لیے قابل فہم ہو۔ کتاب کے آخری حصے

"خردہ" میں ۳۱ نکات ہیں۔ اس حصے کی بھی اگر فہرست بندی کر دی جاتی تو بہتر ہوتا۔

"زبور عجم" کی غزلیات کے دو حصے ہیں اور اس مجموعے کے دو ضمائم ہیں: مثنوی "گلشن راز جدید" اور "بندگی نامہ"۔ غزلیں پہلے حصے میں ۵۷ اور دوسرے میں ۷۶ ہیں۔ تمہیدی قطعہ، دعا اور سرنامے ان کے علاوہ ہیں۔ ان سب کی اب خاطر خواہ فہرست بندی کی گئی ہے۔ "بندگی نامے" میں پہلے والی مختصر فہرست ہی ہے۔ مثنوی "گلشن راز جدید" کے ۹ یا ۱۱ سوالات کی فہرست بنالی جاتی تو بہتر ہوتا۔ اس مثنوی میں ایک غزل بھی ہے جو فہرست میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔

"جاوید نامہ" کی فہرست پہلے سے خاصی جامع تھی، البتہ اس کی غزلوں کے مصرع ہائے اولیہ یہاں مشخص کر دیے جاتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ مثنوی "پس چہ باید کرد" کی فہرست کی تجدید بلا احتیاج تھی، البتہ مسودے کی عکسی طبع سے تزئین خوب خوب کی گئی ہے۔ مثنوی "مسافر" کا مسودہ دیگر کاغذات میں ایسے پھنسا ہوا ہے کہ اس کا عکس نہ کلیات سے نمایاں ہے نہ کسی اور ذریعے سے۔ "ارمغان حجاز" حصہ فارسی سب کی سب رباعیات یا دو بیتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مسودے کی عکسی طبع کے عمدہ نمونے سلیقے سے شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ صفحہ ۷۵۵ تا ۷۶۸ (۱۴ صفحے) پر مشرح فہرست ہے۔ ان صفحات میں ہر رباعی یا دوبیتی کا مصرع اولی درج کر دیا گیا ہے جس سے یہ حصہ دوبیتیوں کا کشف الابیات بن گیا ہے۔ کل دوبیتیاں ۳۹۳ ہیں۔ عکسی طباعت میں قارئین بعض دلچسپ اصلاحات دیکھیں گے مثلاً "حضور رسالت" کا سرنامہ، عزت بخاری کا یہ نعتیہ شعر ہے۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

پہلے مصرع کے "در زیر زمین" کے الفاظ کو سوء ادبی پر محمول کرتے ہوئے، حضرت علامہ نے "زیر آسمان" بنا دیا ہے۔ سید نذیر نیازی مرحوم نے اس واقعے کو نقل کیا ہے (دیکھیں 'اقبال کے حضور')۔

اس حصے میں ایک دوبیتی ہے۔

گلستانی ز خاک من بر انگیز

نم چشمم بخون لالہ آمیز

اگر شایان نیم تیغ علی را
نگاہی دہ چو شمشیر علی تیز

"حضور ملت" آپ نے ایک اور دو بیتی لکھنا چاہی ۔

تو ای نادان بدانش در آویز
شراری زین کف خاکی برانگیز

بگیر از من کہ دیگر با تو بخشند
نگاہی مثل شمشیر علیؓ تیز

غالباً حصہ "حضور رسالت" کی اوپر منقولہ دو بیتی یاد کر کے حضرت علامہ نے اس دوسری دوبیتی کو قلم زد کر دیا تھا۔

کلیات اقبال اردو اور فارسی یقیناً کلام اقبال کے شایان شان شائع ہوئے ۔ چند سال پہلے انجمن خوش نویسان ایران نے دیوان حافظ خاص اہتمام سے شائع کروایا تھا مگر اقبال کے کلیات مجموعی طور پر دو بالا حسن کے ساتھ اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ تاہم نگاہ نکتہ چیں کو ایک ایسا نقص دکھائی دیا جو دونوں کلیات کے ساتھ مخصوص ہے' اور ایک دوسرا نقص فارسی کلیات سے متعلق ہے۔ مشترک نقص اعلام و اشاریے کا فقدان ہے ۔ اقبال کا کلام بیسویں صدی عیسوی کے آخری عشرے میں اس اہتمام سے شائع ہو مگر بے اعلام و اشاریہ ! کم از کم اشخاص ' مطبوعات اور اماکن کا اشاریہ ہونا تو لازمی تھا۔

کلیات فارسی میں دیگر توضیحات تو کجا' علامہ اقبال کے لکھے ہوئے معانی' حواشی اور تلمیحات کی توضیحات بھی سرے سے غائب کر دی گئیں' گو راقم الحروف کو علم ہے کہ حضرت علامہ کے اردو میں لکھے ہوئے اشارات فارسی میں ترجمہ کیے گئے تھے ۔ ایران سے باہر' خصوصاً برصغیر میں فارسی کی کساد بازاری کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ۔ علامہ اقبال نے ۱۹۱۵ء تا ۱۹۳۸ء جو اشارات اور معانی لکھے ' ان کے باقی رکھنے بلکہ ان پر اضافوں کی ضرورت ہے۔ علامہ مرحوم نے صرف تلمیحات واضح نہیں کیں یا لغوی معانی ہی نہیں لکھے ' انہوں نے بعض فکری اور فنی نکات بھی بتائے ہیں (۱۲) جن کی جس طرح اردو زبان کو احتیاج ہے' اسی طرح فارسی زبان والوں کو بھی لغوی معانی کے مفید ہونے میں کلام نہیں۔ اقبال نے بعض ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو ہر لغت میں بھی دست یاب نہیں جیسے تلخ بمعنی سیاہ اور شان '

یعنی کندو شہد کی مکھیوں کا چھتہ (۱۳)۔انہوں نے مزید علیہ الفاظ وضع کیے مثلاً نرگس سے نرگسان ' برہمن سے برھمندی جاوید نامہ میں نئے اسماء اور اماکن ملتے ہیں جیسے فرز مرز' قشمرود' مرغدین ۔ ایسے کلمات کی وضاحت حواشی میں موجود ہوتی تو عام قارئین خواہ مخواہ لغات اور دائرۃ المعارف کی طرف رجوع کرنے کی زحمت محسوس نہ کرتے۔ کلیات فارسی 'کی یہ اشاعت جدید فارسی رسم الخط کے ایران سے باہر تداول کی خاطر بڑی خوش آئند ہے ۔ کلام اقبال کی یہ جزالت قابل توجہ ہے کہ ہ بڑی یاء یعنی یائے وحدت اور نون غنہ کے بغیر' چھوٹی یاء اور نون باعلان کے ساتھ بھی ہر کہیں مترنم اور دلاویز رہتا ہے۔ توقع ہے کہ اس کلیات فارسی اقبال کے متداول ہونے سے ایران و پاکستان کا فارسی خط زیادہ یکسانیت کا آئینہ دار ہو گا اور یوں ادائے تلفظ میں بھی قربت آتی جائے گی ۔

اقبال شناسی کا رجحان ایران میں روز افزوں ہے ۔ اقبال کا فارسی کلیات اور اس کے منتخبات وہاں شائع ہوتے رہے ۔ کتب اور مقالات کی اشاعت ایک دوسرا موضوع ہے ۔ کلیات کی موجودہ اشاعت جو پاکستان و ایران کے سرکاری اداروں کے اشتراک سے عمل میں آئی ہے' یقیناً سود مند رہے گی ۔ اقبال کے کئی اساسی تصورات جیسے خودی ' بیخودی 'اتحاد عالم اسلام' مغربی تمدن کا مالہ' اور ماعلیہ اور پیغام بیداری و مبارزہ بڑی حد تک ان کی فارسی شاعری میں موجود ہیں ۔ لہٰذا متداول تر خط اور اسلوب میں اس کلیات کی اشاعت یقیناً سود مند تر ہو گی ۔

عرب از سرشک خونم ہمہ لالہ زار بادا
عجم رمیدہ .بو را نفسم بہار بادا

تپش است زندگانی تپش است جاودانی
ہمہ ذرہ ہای خاکم دل بی قرار بادا

نہ بجادہ ئی قرارش نہ بمنزلی مقامش
دل من مسافر من کہ خداش یار بادا

حذر از خرد کہ بندد ہمہ نقش نامرادی
دل ما برد بہ سازی کہ گسستہ تار بادا

توجوان خام سوزی ، منم تمام سوزی
غزلی کہ می سرایم بہ تو سازگر باوا

چو بجان من درآئی دگر آرزو نبینی
مگر اینکہ شبنم تو یم بی کنار باوا

نشود نصیب جانت کہ دمی قرار گیرد
تب و تاب زندگانی بہ تو آشکارا باوا (۱۴)

یوں، لوگ دیکھیں گے کہ اقبال بیسویں صدی عیسوی کی طرح آنے والی اکیسویں صدی میں بھی "دگر آموز" کی تلقین کرتے ہیں اور ان کی نصیحت ہر عصر میں حرز جاں بنانے کے قابل ہے ۔

موئینہ بہ بر کردی و بی ذوق تپیدی
آنگونہ تپیدی کہ بجائی نرسیدی
در انجمن شوق تپیدن دگر آموز

دم چیست پیام است ، شنیدی ، نشیدی
در خاک تو یک جلوہ عام است ندیدی
دیدن دگر آموز ، شنیدن دگر آموز

ما چشم عقاب و دل شہباز نداریم
چوں مرغ سرا لذت پرواز نداریم
ای مرغ سرا خیز و پریدن دگر آموز

تبصرہ

تخت جم و دارا سر راہی نفروشند
ایں کوہ گران است بکاہی نفروشند
با خون دل خویش خریدن دگر آموز

تائیدی و تقدیر ہماں است کہ بود است
آں حلقہ زنجیر ہماں است کہ بود است
نومید مشو نالہ کشیدن دگر آموز (۱۵)

پس تحریر

اقبال کے اردو اور فارسی کلیات پر یہ تبصرہ لکھا جا چکا تھا کہ آج ۲۰ نومبر ۱۹۹۱ء کو اس کلیات کی ایک اور طباعت موصول ہوئی جس کے پہلے سولہ صفحے یکسر بدل دیے گئے ہیں۔ اس تبدیلی سے معلوم ہوا کہ اکادمی کے موجودہ ڈائریکٹر محترم پروفیسر محمد منور نے ۱۵ جون ۱۹۸۹ء کو دونوں "کلیات" پر ایک مقدمہ تحریر کیا جو اکادمی کے دور فترت میں شائع نہ ہوا۔ اب کے ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال کی ایک پیش گفتار بھی شائع ہوئی ہے۔ ناظم اقبال اکادمی نے دونوں کلیات پر الگ الگ مقدمے تحریر کیے ہیں۔ اردو کلیات کے مقدمے میں انہوں نے ترتیب اور املا کے سلسلے میں لکھا ہے:

"اس نسخے میں سابق ترتیب اور املا میں کہیں کہیں کچھ تبدیلیاں نظر آئیں گی جو ہمارے زمانے کے سربرآوردہ اقبال شناسوں اور زبان دانوں کی باہمی مشاورت کا نتیجہ ہیں۔ اس معاملے میں بنیادی طور پر دو امور پیش نظر رہیں ــــ اول یہ کہ املا کی اساس رواج کے بجائے استناد پر رکھی گئی ــــ ہے اور دوم یہ کہ علامہ کے زمانے میں بعض ضروریات کی وجہ سے خالی جگہ کو دو بیتیوں سے بھر دیا جاتا تھا۔ ہم نے صفحے میں رہ جانے والے ایسے خلا کو پر کرنا ضروری نہیں سمجھا اور دو بیتیوں کو مناسب مقامات پر منتقل کر دیا ہے۔ یوں کہہ لیں کہ

اس باب میں ہم نے معیاری رواج کو ترجیح دی ہے ---اس طرح مختلف حصوں کی اپنی اپنی معنوی اور صنفی وحدت مزید نمایاں ہو گئی' نیز اس کتاب کا آرائشی پہلو مزید اجاگر ہو گیا"--- (ص ۱۲)

اور جناب انور جاوید نے کلیات کی ۱۹۹۰ء کی اس نئی اشاعت کو ذیل کے تاریخی قطعے میں محفوظ کیا ہے۔

مجموعہ	شعر	حضرت	علامہ
اسرار	کلام	حق	کا	کے	معجم
تاریخ	طبع	نو	بھی	کے	انور
"واللہ	ذالک	الفوز	العظیم"

۱۹۹۰ء

اردو کلیات کے صفحہ ۶ پر یہ نوید ملتی ہے کہ کلیات اقبال کا اشاریہ اور حواشی ایک مستقل جلد کی صورت میں شائع ہوں گے۔ یقیناً" اشاریے اور حواشی کی یہ کتاب اردو اور فارسی' دونوں کلیات پر محیط ہو گی۔ فارسی مقدمہ ایران اور برصغیر کی فارسی روایات کے سلسلے میں بہت مناسب اور برمحل ہے۔ صفحہ ۱۱ کے آخر میں اور صفحہ ۱۲ پر ایران اور علامہ اقبال کے روابط کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہوا ملتا ہے' اس کی تصدیق ایک معاصر اقبال شناس کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے' یہ محمد بقائی ماکان ہیں جنہوں نے علامہ اقبال پر متعدد کتابیں لکھی ہیں' اور مثلاً رومی' نطشے اور اقبال پر اپنی کتاب کے مقدمے میں وہ برملا لکھتے ہیں کہ اقبال کا تعلق جس قدر ایران سے ہے' اتنا کسی دوسرے ملک سے ہرگز نہیں' اور اسی لیے اقبال کو ایران کا ہم زبان' اس ملک کی ثقافت کا ترجمان اور یہاں کی عزت و آبرو کا نشان کہا جا سکتا ہے۔

اقبال کے اردو اور فارسی کلیات کی یہ تبدیلی جو ابتدائی سولہ صفحوں میں نظر آتی ہے' مجموعی طور پر بڑی خوش آئند ہے۔ کلیات اقبال فارسی کی خوش نویسی کے سلسلے میں صفحہ ۴ پر اقبال اکادمی کی طرف سے ایران کی وزارت فرہنگ اور ارشاد اسلامی کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا گیا ہے جو پہلی اشاعت کے آخر میں ایک دو نیرونی سطروں سے زیادہ نہ تھا۔ انور جاوید صاحب نے فارسی کلیات کی اشاعت پر اردو قطعہ تاریخ کو فارسی میں منتقل کیا ہے۔

مجموعہ شعر حضرت علامہ
اسرار کلام حق را گوئی مجم
تاریخ طبع نو بگو اے انور
"واللہ ذالک الفوز الاعظیم"

۱۹۹۰ء

البتہ کلیات کی پہلی اشاعت میں جو سولہ صفحے لکھے گئے تھے' ان کے بعض اقوال و اشعار کی بڑی اہمیت ہے۔ ان میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح' مولانا عبدالماجد دریابادی' ڈاکٹر عبدالقادر' مولانا سعید اکبر آبادی کے اقوال اور مولانا غلام قادر گرامی' ملک الشعرا محمد تقی بہار کے اشعار خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ امید ہے ان سے کلیات کے حواشی وغیرہ میں استفادہ کر دیا جائے گا۔

حواشی

۱۔ قرآن مجید ۱۴۰: ۳
۲۔ ایضاً ۴ : ۲۲
۳۔ ایضاً ۵۴ : ۷ اور کئی دیگر آیات
۴۔ ایضاً ۱۹ : ۱۸
۴۔الف کلیات اقبال فارسی لاہور' طبع اقبال اکادمی پاکستان و میشنل بک فاونڈیشن (زبور عجم رگلشن راز جدید) ۱۹۹۰ء' ص ۴۳۸
۵۔ کلیات اقبال اردو' ایضاً ص ۵۳۸
۶۔ ایضاً ص ۲۹۶
۷۔ کلیات اقبال فارسی ص ۲۶
۸۔ مرتبہ پروفیسر محمد سعید شیخ
۹۔ کلیات اقبال فارسی ص ۴۰۵
۱۰۔ کلیات اقبال اردو رضرب کلیم ص ۵۸۶
۱۱۔ ایضاً ربال جبریل ص ۳۷۷
۱۲۔ دیکھیں مثلاً پیام مشرق کے حواشی اور تعلیقات
۱۳۔ تعجب۔ ہے کہ ان دو لفظوں کے لغات میں نہ ملنے کا ایک ایرانی دانشور نے شکوہ کیا ہے۔
۱۴۔ کلیات اقبال فارسی رپیام مشرق ص ۳۱۴
۱۵۔ ایضاً رزبور عجم ص ۳۹۳، ۳۹۴

نام کتاب	حیات اقبال کے چند مخفی گوشے
مصنف	محمد حمزہ فاروقی
ناشر	ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور
قیمت	۱۵۰ روپے خوبصورت جلد عمدہ کاغذ ٹائپ
مبصر	ڈاکٹر وحید عشرت

اقبالیات کے ضمن میں محمد حمزہ فاروقی ایک معروف مصنف ہیں۔ "سفر نامہ اقبال" کے بعد "حیات اقبال کے چند مخفی گوشے" ان کی گرانقدر تصنیف ہے۔ اس کتاب کا ماخذ لاہور کا معروف روز نامہ "انقلاب" ہے جس کے مدیران مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک تھے۔ دونوں حضرات کا اقبال سے ابتدا میں گہرا تعلق تھا اور اقبال کے بیانات، اقبال کی شاعری اور اقبال کے خیالات بلکہ مسلم عوام سے رابطے میں اس اخبار نے اقبال سے بھرپور تعاون کیا۔ خود اقبال کے شیدائی بھی روز نامہ "انقلاب" لاہور کو پڑھا کرتے کہ اقبال نے قومی مسائل پر کیا رائے ظاہر کی ہے۔ اقبال کا اس اخبار سے رابطہ اس وقت کم ہوا جب غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک نے "انقلاب" کو یونینسٹ پارٹی کی جھولی میں ڈال دیا۔ اب "انقلاب" کے نقطہ نظر سے اقبال کو تو اختلاف تھا جبکہ اس کے مدیران مہر اور سالک اس اختلاف کے باوجود، اقبال سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور اقبال کی مجالس میں شریک رہتے۔

روز نامہ "انقلاب" اپریل ۱۹۲۷ء کو لاہور سے جاری ہوا۔ قیام پاکستان کے دو سال بعد یعنی ۱۹۴۹ء میں اخبار بند ہو گیا۔ تاہم اس دوران "انقلاب" میں حضرت علامہ اقبال کے بارے میں خبروں، بیانات، ان کے کلام اور مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔ محمد حمزہ فاروقی نے اپریل ۱۹۲۷ء یعنی اجرا کے اول روز سے اپریل ۱۹۳۸ء تک، یعنی علامہ اقبال کی وفات تک چھپنے والے اخبارات کی فائلوں کا مطالعہ کیا اور اقبال سے متعلقہ مواد کو یکجا کیا۔ یہ ایک بڑا محنت طلب کام تھا جو محمد حمزہ فاروقی نے بڑی مہارت اور لگن سے سرانجام دیا۔

محمد حمزہ فاروقی نے اس سارے مواد کو سولہ ابواب پر پھیلایا ہے، اور مختلف عنوانات کے تحت اسے جمع کیا ہے۔ پہلا باب فکر و فن اقبال کا ہے، اس میں مقالات و مضامین، غیر مدون کلام اقبال اور منظومات جمع کی گئی ہیں۔ دوسرے باب میں نقد و تبصرہ کے عنوان کے تحت تصانیف اقبال کا تعارف، کلام اقبال سے متعلق مہر کے اداریے اور مقررین کی کلام اقبال پر تنقید دی گئی ہے۔ تیسرے باب میں

علمی اور تہذیبی مجالس سے اقبال کی وابستگی کا بیان ہے' ادارہ معارف اسلامیہ' اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور انجمن اسلامیہ پنجاب کا ذکر ہے۔ چوتھے باب میں اسفار اقبال ہیں۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۱ء' ۱۹۳۲ء میں یورپ اور ۱۹۳۳ء میں افغانستان کا سفر کیا تھا' اس طرح اندرون ملک بھی سفر کیے' ان سب کی خبریں "انقلاب" میں شائع ہوتی رہیں۔ پانچویں باب میں گرامی' مولوی میر حسن' صاحبزادہ آفتاب احمد خان' پروفیسر آرنلڈ' شیخ نور محمد' والدہ جاوید اقبال' حکیم غلام قادر اثر اور غازی رؤف پاشا کا ذکر ہے۔ اسی طرح چھٹے باب میں مولانا حسین احمد سے روابط اور چشمک کا ذکر ہوا ہے۔ ساتواں باب علمی اور سماجی سرگرمیوں' آٹھواں کلام اقبال کی اشاعت' نواں فکر اقبال سے خوشہ چینی' دسواں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں علامہ کی کوششوں' گیارہواں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر' جن میں بیماری وغیرہ کا ذکر ہے مشتمل ہے' اور بارہواں "انقلاب" کے وہ کالم ہیں جو "افکار و حوادث" کے نام سے لکھے گئے۔ تیرھواں باب طالب علم تنظیموں کی اقبال کی طرف سے سرپرستی پر مشتمل ہے' چودھواں اقبال کی قوم کی طرف سے قدر دانی اور پندرھواں اور سولھواں باب وفات اقبال پر مہر کے اداریے اور مختلف لوگوں کی طرف سے تعزیت کے پیغامات پر مشتمل ہے۔

ہم نے ان تمام ابواب کا تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ قاری کو اندازہ ہو سکے کہ محمد حمزہ فاروقی نے حیات اقبال کے چند مخفی گوشوں کو نہیں بلکہ تقریباً تمام ہی گوشوں کو بے نقاب کر دیا ہے' اور اس کتاب میں "انقلاب" کے حوالے سے بڑی ہی گرانقدر معلومات فراہم ہوئی ہیں۔ یہ کتاب در اصل حوالے کی کتاب یعنی ریفرنس کی کتاب ہے جو اقبال کی زندگی اور حالات ہی نہیں بلکہ اس زمانے کی سیاسی' سماجی اور ثقافتی صورت حال کی تفہیم میں بھی مددگار ہوگی۔ محمد حمزہ فاروقی نے' میری نظر میں' اقبالیات کا ایک بنیادی آلہ فراہم کیا ہے۔ یقیناً ان میں سے بہت سی چیزیں پہلے بھی ہمارے علم میں ہیں مگر ایک جگہ' ایک خاص حوالے سے' اتنی بہت سی چیز موجود نہ تھیں۔ اقبالیات کے اساتذہ' طلبہ اور ماہرین یقیناً اس کتاب سے استفادہ کریں گے اور محمد حمزہ فاروقی کی اس کاوش کو پسند کریں گے۔

○

اشاریہ اقبالیات

رسائل و جرائد

(جنوری تا دسمبر ۱۹۹۲ء)

مرتبہ : خادم علی جاوید

آسی ضیائی "تضمین" - سیارہ لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۴۷ - ۳۴۸

آغا یمین "یاد تازہ" (نظم) روزنامہ نوائے وقت لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

آفتاب احمد "ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔ فکر اقبال" افکار' کراچی ۴۸ :۲۶۵ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۔۱۷۔ ۱۹

ابن فرید "اقبال کا عمرانی مطالعہ" سیارہ' لاہور ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۔ ۹۸ ۔ ۱۱۲

احسن' حفیظ الرحمٰن "سیارہ کی اشاعت خاص نمبر ۳۲ اقبال نمبر" سیارہ' لاہور ۶۲ :۵

(جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۲ ۔ ۱۵

"غزل" سیارہ لاہور ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۔ ۳۵۸

احمر رفاعی' ڈاکٹر "افکار اقبال: خلیفہ عبدالحکیم کی فکر' اقبال کے حوالے سے "اقبال" لاہور ۔ ۳۹

ر ۴۰ :۴ر۴ (اکتوبر ۹۲' جنوری ۱۹۹۳ء)' ص ۔ ۱۳۱ ۔ ۱۳۹

احمد سجاد (مبصر) "ساقی نامہ" از علامہ محمد اقبال "اقبال' لاہور۔ ۳۹ر۴۰ :۴ر۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء'

جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۲۴۴ ۔ ۲۶۵

اختر' جمنا داس "ٹیگور۔ اقبال کا عقیدت مند" روزنامہ نوائے وقت لاہور (۱۱ دسمبر ۱۹۹۲ء)

اخلاق اثر' ڈاکٹر "کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم: ایک سرسری مطالعہ" ہماری زبان' نئی دہلی ۵۱ :

۲۰ (۱۹۹۲ء) ص ۔ ۲

ارشاد احمد "حق گوئی صرف کلام اقبال میں باقی رہ گئی ہے: دکھی انسانیت کے لیے سچائی وفاداری

اور سادگی کی تلاش ہے" روز نامہ مشرق' لاہور (۱۹ جنوری ۱۹۹۲ء)

ارشد محمود "فکر اقبال اور ہمارا معاشرتی رویہ" روز نامہ پاکستان' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

اسرار احمد "اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید --- اور علامہ اقبال" (دو اقساط) روز نامہ نوائے

وقت' لاہور (۳۰-۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

"فکر اقبال کی تعمیل کا تاریخی جائزہ" روز نامہ "نوائے وقت" لاہور (۶' ۱۳' ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء)

"فکر اقبال کی تعمیل کا تاریخی جائزہ" روز نامہ "پاکستان" لاہور (۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء)

اسلم 'ایم ایم "اقبال اور ملٹن" سب رس' کراچی . ۵۵ :۵ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۱۸-۲۱

اصلاحی 'امین احسن "الشاعر الملہم" اقبالیات (عربی) لاہور ۱، ۱ (۱۹۹۲ء) ص ۱۳۹-۱۵۴

اظہر' ڈاکٹر ظہور احمد "ایک اقبال شناس عرب شاعر" روز نامہ پاکستان' لاہور (۴ جون ۱۹۹۲ء)

اعجاز رحمانی "شاعر مشرق" سیارہ' لاہور . ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۹-۲۴۰

اعجاز منظور احمد "شاعر مشرق" ماہ نو' لاہور ۴۵ :۴ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۶

اعظم' محمد جاوید "اقبال اور علامت نگاری" فیض الاسلام' راولپنڈی ۴۴ :۳ (مارچ ۱۹۹۲ء) ص ۳۵-۶،

افتخار حسین' ڈاکٹر "اقبال مست - آغا صادق" صحیفہ' لاہور شمارہ ۱۳۱ (جنوری' مارچ ۱۹۹۲ء) ص ۲۶-۴۷

"اقبالیات میں ملتان کا حصہ" اقبال لاہور ۳۸، ۳۹ :۴،۱ (اکتوبر ۱۹۹۱ء' جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۲۰۰ تا ۲۲۷

افضل توصیف "آج جو قذافی نے کہا' وہ کل اقبال نے سوچا تھا" روز نامہ جنگ' لاہور (۱۷ اپریل ۱۹۹۲ء)

اقبال، سر محمد "اے روح محمد" (نظم) سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۸

"بال جبریل (انتخاب)" سیارہ' لاہور' ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۱ - ۲۲

"دعا" (نظم) سیارہ لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۷

"ساقی نامہ (انتخاب)" سیارہ' لاہور - ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳ - ۲۴

"علامہ محمد اقبال کا خطبہ صدارت بہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ الہ آباد" مترجم سید نذیر نیازی۔ اقبال' لاہور ۳۸ /۳۹ :۴/۱ (اکتوبر ۱۹۹۱ء' جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۱۷۲ - ۱۹۹

"غزل (زبور عجم)" سیارہ' لاہور- ۶۳ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۰

قطعہ (گلشن راز جدید)" سیارہ' لاہور- ۶۳ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۹

اقبال، شیخ محمد "اقبال بحیثیت مفکر تعلیم" سفید چھڑی' سرگودھا- ۲ :۲ (ستمبر ۱۹۹۲ء) ص ۲۷-۳۲

"علامہ اقبال اور جدید علم الکلام" سفید چھڑی' سرگودھا- ۲ :۱ (اگست ۱۹۹۲ء) ص ۲۸-۳۵

"علامہ اقبال کی نظر میں خدا' خودی اور کائنات" سفید چھڑی' سرگودھا ۲ :۳ (اکتوبر ۱۹۹۲ء) ص ۹-۲۰

اکبر حیدری "گرامی' اقبال اور حشر" اقبال' لاہور۔ ۳۹، ۴۰ :۱، ۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء' جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۹۸ - ۱۱۹

اکبر رحمانی "اقبال' ٹیگور اور لمعہ حیدر آبادی" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۴ - ۲۲۸

الولی، الشیخ ظ' ہ "شاعر الاسلام" اقبالیات (عربی) لاہور ۱ :۱ (۱۹۹۲ء) ص ۱۶۳ - ۱۸۴

امجد، امجد اسلام "علامہ اقبال کا فلسفہ انقلاب" روز نامہ پاکستان' لاہور (۲۱ اپریل' ۱۹۹۲ء)

امین، ڈاکٹر محمد "اکیسویں صدی میں اقبال کے خواب کی تعبیر" ماہ نو' لاہور۔ ۴۵ :۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۸ - ۲۲

انور سدید، ڈاکٹر "علامہ اقبال کو بھارت کا خراج تحسین" روز نامہ مشرق' لاہور۔

(۱۸ جنوری ۱۹۹۲ء)

انور صادق محمد ”کلام اقبال میں شمع کا کردار “اقبال ‘ لاہور۔ ۳۸، ۳۹: ۴،۱ (اکتوبر ۱۹۹۱ء ‘ جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۱۲۸۔ ۱۴۰

انور مسعود ”پروفیسر بخش علی انور کی علامہ اقبال سے ملاقاتیں“ سیارہ ‘ لاہور۔ ۶۲: ۵ (جون ‘ جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۴۷۴۔ ۴۷۶

”قصیدہ در مدح رومی و اقبال“ سیارہ ‘ لاہور ۶۲: ۵ (جون ‘ جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۲۔ ۲۳۳

ایوب ‘ محمد ”پنڈت نہرو اور علامہ اقبال میں مکالمہ“ مسلم لیگ نیوز ‘ لاہور ۲: ۲۰ (۱۶ اکتوبر ۱۹۹۲ء تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء) ص ۔ ۴۳

”علامہ اقبال کا پیغام بچوں کے نام“ روز نامہ مشرق ‘ لاہور۔ (۵ مئی ۱۹۹۲ء)

ایوب ندیم ”نذر اقبال (نظم)“ روز نامہ نوائے وقت ‘ لاہور۔ (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

بابر شوکت ”حضرت علامہ محمد اقبال“ روز نامہ مشرق ‘ لاہور۔ (۲ جون ۱۹۹۲ء)

بخاری ‘ اکرم شاہ ”ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبال“ روز نامہ مشرق ‘ لاہور۔ (۳ نومبر ۱۹۹۲ء)

بخاری ‘ دیوان عاشق حسین ”اقبال ۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا پیامبر“ روز نامہ جنگ ‘ لاہور۔ (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

بدیع الزمان ‘ محمد ”اقبال کا مرد مومن“ نوائے ادب ‘ بمبئی۔ ۴۲: ۱ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۱۔ ۲۴

بشریٰ خان ”اقبال کا انسان کامل“ ماہ نو ‘ لاہور۔ ۴۵: ۴ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۲۰۔ ۲۷

بشیر پوسوال "اقبال کی چوتھی برسی" روز نامہ نوائے وقت' لاہور۔ (۸ جون ۱۹۹۲ء)

بشیر ساجد "علامہ اقبال۔ چند واقعات' چند تاثرات" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵(جون' جولائی ۱۹۹۲ء)

ص ۴۶۱ ۔ ۴۷۳

بھٹاچاریہ' شانتی رنجن "مغربی بنگال میں اقبال صدی اور اس کے بعد" اقبال' لاہور۔

۳۹٫۳۸ :۴٫۱ (اکتوبر ۱۹۹۱ء' جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۱۳۰ ۔ ۱۲۷

بھٹی' دلدار پرویز "اقبال دیر سے آتا ہے" روز نامہ پاکستان' لاہور۔ (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

بہجت' احمد "محمد اقبال" اقبالیات (عربی)' لاہور ۱:۱(۱۹۹۲ء) ص ۱۳۵ ۔ ۱۳۹

تاثیر مصطفیٰ "خطبہ الہ آباد' اقبال کی سیاسی و ملی بصیرت کا شاہکار" روز نامہ جنگ' لاہور۔

(۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

تحسین فراقی' ڈاکٹر "اقبال نامہ (شیخ عطاء اللہ)۔ چند گزارشات' چند تصحیحات" سیارہ'

لاہور۔ ۴۳ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۹۶ ۔ ۳۳۷

"دو نوادر" سیارہ' لاہور ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۴۲۹ ۔ ۴۳۳

تسبیحی' دکتر محمد حسین "اقبال نامہ (شعر)" اقبالیات (فارسی)' لاہور ۱:۸(۱۹۹۲ء)

ص ۷۷ ۔ ۸۴

تصور' تسلیم احمد (مرتب) "اشاریہ اقبالیات امروز" اقبال' لاہور۔ ۳۹ ٫ ۴۰ :۱٫ ۴ (اکتوبر

۱۹۹۲ء جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۲۰۱ ۔ ۲۳۱

"اقبال اور کشمیر" روز نامہ مشرق' لاہور۔ (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

التفتازانی' دکتر ابوالوفاء "لماذا نحتفل بذکری محمد اقبال" اقبالیات (عربی)' لاہور۔ ۱:۱

(۱۹۹۲ء) ص ۳۹ ۔ ۵۴

تنویر ظہور "اقبال اور ان کا دینی خدمت کا جذبہ" روز نامہ جنگ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

ثریا عندلیب "اقبال اور اصول اجتہاد" طلوع اسلام' لاہور۔ ۴۵ :۴ (اپریل ۱۹۹۲ء)
ص ۵۲ ۔ ۵۷

ثمینہ ظہور "اقبال کا پیغام" طلوع اسلام لاہور ۴۵ :۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۶۳ ۔ ۶۷

جان عالم ' محمد "سفر ایران فکر اقبال کی روشنی میں" وحدت اسلامی ' اسلام آباد ۹۰
(اگست ۱۹۹۲ء) ص ۱۸ ۔ ۲۹

جان محمد "علامہ اقبال سے میری چند ملاقاتیں" سیارہ ' لاہور ۴۲ :۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء)
ص ۴۷۷ ۔ ۴۸۰

جاوید اقبال ' ڈاکٹر "آباء اقبال و اصلہ" تعریب از دکتر ظہور احمد اظہر۔ اقبالیات (عربی)
لاہور ۔ ۱ :۱ (۱۹۹۲ء) ص ۵۵ ۔ ۸۸
"بنیاد پرستی اور اقبال کا اصلاحی انداز فکر" روز نامہ جنگ' لاہور (۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

جعفر بلوچ "اقبال اور ظفر علی خان ۔۔ اشتراک فکر و عمل کے چند پہلو" سیارہ 'لاہور ۴۲ :۵ (جون'
جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۶۹ ۔ ۳۹۹
"اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی نظم" روز نامہ پاکستان' لاہور (۲۰ اپریل ۱۹۹۲ء)
"اقبال کی ایک نظم ۔ ماں کا خواب" دبستان' لاہور (۱۹۹۲ء) ص ۶۷ ۔ ۷۰
"اقبال کے چند نوادر" سیارہ 'لاہور۔ ۴۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۴۳۴ ۔ ۴۳۸
"روح اقبال سے" سیارہ 'لاہور۔ ۴۲ :۵ (جون 'جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۴۴ ۔ ۲۴۵

جعفری ' سید حسین ایم "اقبال اور انسانی تہذیب" المعارف ' لاہور۔ ۲۵ :۱۱ ' ۱۲

(نومبر، دسمبر ۱۹۹۲ء) ص ۶۲ ـ ۷۹

جمال الدین، محمد سعید "الخیر والشر فی فلسفہ محمد اقبال" اقبالیات (عربی) لاہور ۱:۱ (۱۹۹۲ء)
ص ۱۸۵ ـ ۱۹۳

جہانگیر عالم، محمد " علامہ اقبال کا خطبہ لاہور " اقبال، لاہور۔ ۳۸ ر ۳۹ : ۴/۱
(اکتوبر ۱۹۹۱ء، جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۱۵۱ ـ ۱۷۱

چغتائی، محمد اکرام "اقبال کا ایک نایاب مکتوب گرامی" المعارف، لاہور۔ ۲۵ :۱۱، ۱۲ (نومبر،
دسمبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۵ ـ ۳۶

چیمہ، محمد الیاس "اقبال" سیارہ، لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۶

حافظ لدھیانوی "علامہ اقبال" سیارہ، لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۹ ـ ۲۳۰
"علامہ اقبال کے حضور نذرانہ عقیدت" سیارہ، لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۱

حرحامیم "کلام اقبال کا مصور" روز نامہ مشرق، لاہور۔ (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

حسرت، حسرت حسین "غزل" سیارہ، لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۱

حسن رضوی "علامہ اقبال کا تصور فقر" روز نامہ جنگ، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

حفیظ الرحمان "اردو شعروادب پر اقبال کے اثرات" ماہ نو، لاہور ۴۵ :۴ (اپریل ۱۹۹۲ء)
ص ۱۲ ـ ۱۹

حکیم میاں عزیز اللہ "ای اقبال" (شعر) اقبالیات (فارسی) لاہور۔ ۱ :۸ (۱۹۹۲ء)
ص ۲۷۱ ـ ۲۷۶

خان، محمد اقبال "نقد اقبال للحضارۃ اسلامیہ" اقبالیات (عربی)، لاہور۔ ۱ :۱ (۱۹۹۲ء)

ص ۱۹۵ ـ ۲۰۶

حیدر، ذوالفقار احمد "شاعر مشرق کا آبائی گھر" روز نامہ پاکستان، لاہور۔ (۶ نومبر ۱۹۹۲ء)

خالد بزمی "تضمین" سیارہ، لاہور۔ ۶۲: ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۲

خالد، سیف اللہ "اقبال کی عقلیت ـ پس منظر اور محرکات" سیارہ لاہور ۶۳: ۵

(جون، جولائی ۱۹۹۲) ص ۱۵۹ ـ ۱۹۲

خالد علیم "دعا" سیارہ، لاہور۔ ۶۳: ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۶ ـ ۳۵۷

خالد محمود "اقبال کی شاعری نوجوانوں کو حرکت و عمل کا درس دیتی ہے" روز نامہ مشرق، لاہور

(۳ دسمبر ۱۹۹۲ء)

"حکیم الامت کے سیاسی افکار" روز نامہ مشرق، لاہور (۱۹ اپریل ۱۹۹۲ء)

خان، فضل اللہ۔ "شاعر مشرق کا تصور قومیت" روز نامہ مشرق، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

خان، یوسف حسین "علامہ اقبال نے خودی کو انسانی شخصیت کی بقاء کا سنگ بنیاد قرار دیا ہے

" روز نامہ مشرق، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

خردمند، عزیز اللہ "اقبال کے افکار میں اپنی اصل کی طرف لوٹنے کا تصور" روز نامہ مشرق،

لاہور (۶ دسمبر ۱۹۹۲ء)

خشونت سنگھ "اقبال کو زمان و مکان میں قید نہیں کیا جا سکتا" (انٹرویو) روز نامہ خبریں، لاہور

(۲۶ دسمبر ۱۹۹۲ء)

"میں اقبال کا شیدائی ہوں" (انٹرویو) روز نامہ نوائے وقت، لاہور (یکم اکتوبر ۱۹۹۲ء)

خوند میری، ڈاکٹر عالم " سر سید سے اقبال تک" طبع مکرر، المعارف، لاہور۔ ۲۵: ۱۱: ۱۲

(نومبر، دسمبر ۱۹۹۲ء) ص ۳۷ ـ ۶۲

درانی، ڈاکٹر سعید اختر "علامہ اقبال کی پی ایچ ڈی کی ڈگری کے مراحل" سیارہ، لاہور ـ ۶۳ :
۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۴۹ ـ ۲۹۶

"ہم یورپ میں اقبال کا پیغام پھیلاتے ہیں" (انٹرویو) روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۷ مارچ ۱۹۹۲ء)

درد سعیدی "یاد اقبال (نظم)" روز نامہ پاکستان، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

ذکی تاگانوی "ڈاکٹر اقبال کی خود اپنے کلام پر اصلاحیں" محفل، لاہور ۳۸ :۱۰ (اکتوبر ۱۹۹۲ء)
ص ۱۹ ـ ۲۲

ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین "اقبال اور ظفر علی خان" سیارہ، لاہور ۶۳ :۵ (جون، جولائی
۱۹۹۲ء) ص ۳۵۹ ـ ۳۶۸

"ترکی میں احیائے اسلام اور اقبال" دائرے، کراچی ۵ :۷ ـ ۸ (جنوری ـ فروری ۱۹۹۲ء) ص ۴۳ ـ ۲۱

"نیا عالمی نظام اور اقبال" اقبال، لاہور ـ ۳۹ ـ ۴۰ :۴ ـ ۱ (اکتوبر ۱۹۹۲ء، جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۱ ـ ۲۲

رزاقی، شاہد حسین "اسلامی سیاسی تصورات، اقبال کی نظر میں" سیارہ، لاہور ـ ۶۳ :۵
(جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۸۶ ـ ۹۷

"اقبال" (نظم) روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

رزم جو، حسین "اقبال کی قبر پر ایک آنسو" (ترجمہ) روز نامہ نوائے وقت، لاہور
(۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

رضوی، طاہر علی "شاعر مشرق کی ایک سو پندرہویں سالگرہ پر ـــ دلوں کو مرکز مہر و وفا کر"
روز نامہ مشرق، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

رعنا اقبال "علامہ اقبال اور جمہوریت" اردو نامہ' لاہور ۱۱ :۳ (مئی ۱۹۹۲ء) ص ۱۵ ـ ۱۸

رفیع الدین ' ڈاکٹر "حکمت اقبال (۳۹) خودی کا انقلاب (۲)" حکمت قرآن ' لاہور ۱۱ :۲ (فروری ۱۹۹۲ء) ص ۴۱ ـ ۴۷

"حکمت اقبال (۴۰) خودی کا انقلاب (۳)" حکمت قرآن' لاہور ـ ۱۱ :۳ـ۴ (مارچ' اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۴۷ ـ ۶۰

"حکمت اقبال (۴۱) خودی کا انقلاب (۴)" حکمت قرآن' لاہور ـ ۱۱ :۵ (مئی ۱۹۹۲ء) ص ۱۵ ـ ۲۲

"حکمت اقبال (۴۲) خودی کا انقلاب (۵)" حکمت قرآن' لاہور ـ ۱۱ :۶ (جون ۱۹۹۲ء) ص ۳۹ ـ ۴۹

"حکمت اقبال (۴۳) خودی اور نشر توحید" حکمت قرآن' لاہور ـ ۱۱ :۹ (ستمبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۰ـ۱۸ بقیہ ۲۳

رند ' نصیر احمد "اقبال اور اسلام" روز نامہ پاکستان' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

"حکیم الامت علامہ اقبال اور اسلام" روز نامہ مشرق' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

ریاض ' ڈاکٹر محمد "اقبال اور عقائد توحید و رسالت" اقبال ' لاہور ـ ۳۹ر۱۰: ۱ر۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء' جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۵۳ ـ ۸۲

"تاثرات اقبال از حضرت شاہ ہمدان" اقبالیات (فارسی)' لاہور ـ ۱:۸(۱۹۹۲ء) ص ۱۱ ـ ۴۲

"جاوید نامہ موضوع اور تمثیلی کرداروں کے آئینہ میں" روز نامہ پاکستان' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

"خر مطلہ جواہر اور اقبال" سیارہ' لاہور ـ ۴۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۳۸ ـ ۳۴۴

"علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی تنقید ادب" ماہ نو' لاہور ـ ۴۵ :۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۴ ـ ۱۱

زکی زلکانی "اقبال" سیارہ' لاہور ـ ۴۲ :۵(جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۱۵ ـ ۲۱۹

زیدی سید نظر "اقبال" سیارہ' لاہور ـ ۴۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۴ ـ ۲۲۵

"فکر اقبال" سیارہ' لاہور ـ ۴۲ :۵(جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۷ ـ ۲۲۸

"مقام اقبال" سیارہ' لاہور ـ ۴۲ :۵(جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۵ ـ ۲۲۷

زیدی، طاہر علی
"اقبال اور مدحت رسول" "ماہ نو، لاہور۔ ۴۵: ۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۔ ۲۶

ساغر، ریاض الرحمٰن "فکر اقبال سے مستعار" (نظم) روز نامہ نوائے وقت، لاہور
(۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

سالک، افسر حسین الٰہی "اقبال اپنے فرزند اکبر آفتاب کی نظر میں" "دبستان، لاہور (۱۹۹۲ء)
ص ۶۱۔ ۶۶

سعدیہ نسیم "اقبالیات پر نقوش کا تحقیقی سرمایہ" اقبالیات (اردو) لاہور۔ ۳۲: ۴ (۱۹۹۲ء)
ص ۱۳۹۔ ۱۱

سعید اکرم "نذر اقبال" سیارہ، لاہور ۴۳: ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۴

سعید بدر "عشق رسالت مآب اور اقبال" روز نامہ پاکستان، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)
"عشق رسالت مآب اور اقبال" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

سکندر، محمد بخش "دو قومی نظریہ اور علامہ اقبال کا خطبہ الہ آباد" روز نامہ مشرق، لاہور
(۲۵ اگست ۱۹۹۲ء)

سلیم اختر، ڈاکٹر "اقبال شناسی کی روایت اور فنون" اقبالیات (اردو) لاہور۔ ۳۲: ۴ (۱۹۹۲ء)
ص ۹۱۔ ۱۰۶

سوہدروی، حکیم عنایت اللہ "اقبال کا تصور خودی" روز نامہ پاکستان، لاہور
(۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

سہام، بابو شفقت قریشی "شاعر مشرق کی سیاسی خدمات" روز نامہ مشرق، لاہور

(۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

سہاروی ' اسرار احمد "علامہ اقبال مرحوم" سیارہ ' لاہور ۴۲: ۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء)

ص ۲۳۴

سہیل عمر ' محمد "اسئلہ حول خطب اقبال" تعریب محمد اقبال خان ' اقبالیات (عربی) لاہور ۱:۱

(۱۹۹۲ء) ص ۱۵۵ - ۱۶۳

شاد ' محمد احمد "علامہ اقبال" (نظم) روز نامہ مشرق ' لاہور (۲۴ نومبر ۱۹۹۲ء)

شاد رواں ' حسین "شرح حال عبدالوہاب عزام ۔ شارح اقبال" اقبالیات (فارسی) ' لاہور ۔

۱:۸ (۱۹۹۲ء) ص ۲۰۱ - ۲۱۸

شاہد خورشید ' شیخ "علامہ اقبال اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ" روز نامہ نوائے وقت ' لاہور

(یکم مئی ۱۹۹۲ء)

شاہد ' محمد ایوب "اقبال اور آفاقیت" سیارہ ' لاہور ۴۲: ۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء)

ص ۱۵۳ - ۱۵۸

شاہد ' محمد حنیف "اقبال والمثقفون السعودیون" تعریب علی محمد عزام "اقبالیات (عربی) '

لاہور ۔ ۱:۱ (۱۹۹۲ء) ص ۲۷ - ۳۸

"پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" اقبال ' لاہور ۔ ۴/۱ (اکتوبر ۱۹۹۲ء ' جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۲۳ - ۳۵

شاہین ' ڈاکٹر رحیم بخش "اقبال کے ایک مکتوب الیہ (قاضی نذیر احمد)" فیض الاسلام '

راولپنڈی ۔ ۴۴: ۲ (جون ۱۹۹۲ء) ص ۱۵ - ۱۸

"علامہ محمد اقبال اور خواجہ محمد شجاع ناموس" اقبال ' لاہور ۔ ۳۹ / ۴۰ : ۱/۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء ' جنوری

۱۹۹۳ء) ص ۱۶۷۔ ۲۰۰

"مکاتیب اقبال بنام سید محمد سعید الدین جعفری" سیارہ' لاہور' ۴۲ : ۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۴۰۹۔ ۴۲۳

شائستہ ارشد "علامہ اقبال اور مسلم نوجوانوں کے کردار کی تعمیر" روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۳ء)

شبیر حسین' سید "علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات" اردو نامہ' لاہور۔ ۱۰ : ۱۱ (جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۲۱۔ ۲۵

شفیع' میاں محمد "قائد اعظم کا تاریخی پیغام : ۱۹۴۴ء کے یوم اقبال کے موقع پر بابائے قوم کا حکیم الامت شاعر مشرق کو خراج تحسین" روزنامہ نوائے وقت' لاہور (۲۲ مئی ۱۹۹۲ء)

شہناز پروین نقوی "اقبال کا تصور تعلیم" روز نامہ جنگ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۳ء)

شہین دخت مقدم "اقبال و حکومت" اقبالیات (فارسی)' لاہور۔ ۱ : ۸ (۱۹۹۳ء) ص ۲۳۱۔ ۲۷۰

شیدا' ایم۔ اے۔ "فکر اقبال کو نئی نسل تک منتقل کیا جائے" روز نامہ مشرق' لاہور (۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

شیر خدائی' حمید رضا "اقبال' ایک اسلامی انقلابی مصلح اور مفکر" روز نامہ مشرق' (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

صابر کلوروی ڈاکٹر (مبصر) "کلیات مکاتیب اقبال' ایک جائزہ" از مظفر حسین برنی' اقبال' لاہور۔ ۳۸ : ۳۲ (اپریل' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۱۸۔ ۱۳۷

صادق' محمد "قوم کے ذہنوں میں پیدا کر دیا اک انقلاب" (نظم) روز نامہ مشرق' لاہور

(۲۶ اپریل ۱۹۹۲ء)

صائمہ یوسف "تحریک پاکستان اور اس کے رہنما ڈاکٹر سر محمد اقبال" روز نامہ جنگ' لاہور

(۴ جولائی ۱۹۹۲ء)

صدیق جاوید' ڈاکٹر "اقبال کا تصور وطنیت و قومیت" اقبال' لاہور۔ ۳۸:۱ (اکتوبر' ۱۹۹۱ء

جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۴۳۔ ۱۱۰

صدیقی' ڈاکٹر افتخار احمد "فکر اقبال کی امتیازی خصوصیات" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵

(جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۵۔ ۷۶

صدیقی' اقبال احمد "علامہ اقبال سے عقیدت و محبت کا ایک یاد گار واقعہ" روز نامہ نوائے

وقت' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

صدیقی فخر الدین "اقبال ---ایک توفیقی شاعر" روز نامہ مشرق' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

"اقبال ---ایک ہمہ جہت شاعر" روز نامہ جنگ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

"علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات" روز نامہ پاکستان' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

"علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کو تعلیم کے نظام سے ہم آہنگ کیا جائے" روز نامہ مشرق' لاہور

(۲۳ اپریل ۱۹۹۲ء)

صدیقی' نجم الدین "اقبال ایک توفیقی شاعر" روز نامہ نوائے وقت' لاہور

(۲۷ نومبر ۱۹۹۲ء)

صمدانی' محمد اقبال "علامہ اقبال کا لوح مزار" روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۱۴ مئی ۱۹۹۲ء)

ضمیر ترمذی "علامہ محمد اقبال کا مطالبہ پاکستان' اور حصول پاکستان میں کردار" اردو نامہ' لاہور۔

۲:۲ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۱۰۔ ۱۴

ضمیر جعفری ' سید "علامہ اقبال کے کلاس روم کا طواف" روز نامہ خبریں ' لاہور (۱۴ دسمبر ۱۹۹۲ء)

الطرازی ' دکتر عبداللہ مبشر "الشاعر الاسلامی الکبیر محمد اقبال سیرتہ ' شعرہ ' فلسفہ ' فی الحیاۃ و الموت" اقبالیات (عربی) 'لاہور ۔ ۱:۱ (۱۹۹۲ء) ص ۹۷ ۔ ۳۴

طفیل ہوشیار پوری "استفسار" سیارہ ' لاہور ۴۲ :۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۱ ۔ ۲۲۳

طفیل ہوشیار پوری "اے جوانان وطن" سیارہ ' لاہور ۴۲ :۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۱۹ ۔ ۲۲۰

طیب منیر "علامہ اقبال اور چراغ حسن حسرت" ماہ نو ' لاہور ۴۵ :۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۲ ۔ ۱۷

ظہوری ' سید انوار "اقبال" سیارہ ' لاہور ۴۲ :۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۸

عارفہ بصیر "شاعر مشرق" (نظم) روز نامہ جنگ ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

عارفہ صبح خان "علامہ اقبال اور تحریک پاکستان" روز نامہ جنگ ' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

عامر ' زاہد منیر "اسلام کا انقلابی تصور اور اقبال" روز نامہ پاکستان ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

"اقبال شناسی اور نوید صبح" تبصرہ از پروفیسر غلام جیلانی ۔ اقبال ' لاہور ۳۸ ' ۳۹ :۴/۱ (اکتوبر ۱۹۹۱ء ' جنوری ۱۹۹۲ء) ' ص ۔ ۲۵۶ ۔ ۲۵۹

عبد الرحمان ' قاضی "مرثیہ اقبال" سیارہ ' لاہور ۔ ۴۲ :۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۱۷ ۔ ۲۱۸

عبد الغفار "علامہ اقبال ' حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار میں" روز نامہ مشرق ' لاہور (۴ دسمبر ۱۹۹۲ء)

عبد الغفور ' میاں "اقبال کی شاعرانہ عظمت" روز نامہ مشرق ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

عبدالمغنی "اقبال اور وطنیت" کتاب نما' نئی دہلی۔ ۳۲ :۵ (مئی ۱۹۹۲ء) ص ۳۰۔۴۱

"اقبال کا شعری رویہ" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۲۱۔۱۳۰

"کلام اقبال میں سائنس کے اشارے" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۱۳۔۱۲۰

عشرت علی' سید "علامہ اقبال اور ڈاکٹر علی شریعتی" اردو نامہ' لاہور۔ ۱۱ :۵ (جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۱۔۲۲

عصمت جاوید "عکس اسرار خودی: منظوم ترجمہ اسرار خودی" حکمت قرآن' لاہور۔ ۱۱ :۲ (فروری ۱۹۹۲ء) ۴۸۔۴۹

علی اختر "اقبال اور مسلم اقوام" روز نامہ پاکستان' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

علیم ناصری "غبار خاطر (نظم)" سیارہ' لاہور ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۵۔۲۳۶

عنایت اللہ' کلیم "علامہ اقبال کا شاہین" روز نامہ جنگ' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

عنوان چشتی "اقبال کے شعری تجربے" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۳۱۔۱۴۱

غضنفر کاظمی "اقبال --- شریعتی ---- ہم سخن ساتھی" روز نامہ جنگ' لاہور (۲۴ جون ۱۹۹۲ء)

غلام سرور "کلام اقبال --- روایت اور جدت کا حسین امتزاج" اقبال' لاہور۔ ۳۹ ر ۴۰ :۴ ر ۱ (اکتوبر ۱۹۹۲' جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۸۳۔۸۷

غلام مرتضیٰ "اقبال کا فلسفہ خودی" روز نامہ پاکستان' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

فخر' حکیم افتخار "نذر اقبال" سیارہ' لاہور۔ ۶۲ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۳

فخر جلالی "تیموری مغل عہد کے شعراء اور اقبال" اقبال' لاہور۔ ۳۹ ر ۴۰ :۱ ر ۴

(اکتوبر ۱۹۹۲ء جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۱۵۰ - ۱۵۲

فرحت شاہ جہانپوری "علامہ اقبال اور عشق رسول" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

فریدہ راحت "اے حضرت اقبال" سیارہ، لاہور۔ ۴۳ : ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۸۴

فیروز شاہ، محمد "غزل" سیارہ، لاہور۔ ۴۳ : ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۵

قادری، سید عاصم "اقبال کے فکر و فن کا حقیقی سرچشمہ" محفل، لاہور۔ ۳۸ : ۲ (فروری ۱۹۹۲) ص ۲۸ - ۲۹

قادری، سید محمد عبداللہ "سید نور محمد قادری اور اقبالیات" "اقبال" لاہور ۳۹، ۴۰ : ۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء، جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۲۳۲ - ۲۳۸

"مفکر پاکستان --- علامہ محمد اقبال" روز نامہ پاکستان، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

قادری، محبوب الرسول "شاعر مشرق علامہ محمد اقبال دانشوران فارسی کی نظر میں" روز نامہ مشرق، لاہور (یکم فروری ۱۹۹۲ء)

قادری، محبوب الرسول "علامہ اقبال اور حب رسول" روز نامہ مشرق، لاہور (۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

قاسم بن حسن "اقبال کے تصور خودی کے حوالے سے حصول قوت کی تلقین" سیارہ، لاہور۔ ۴۳ : ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۰۴ - ۲۱۳

قاضی جاوید "علامہ اقبال، سائنس اور مذہب" روز نامہ پاکستان، لاہور (۱۳ جنوری ۱۹۹۲ء)

قاضی، عبدالغفار "علامہ اقبال کا نظریہ ملت" ماہ نو، لاہور۔ ۴۵ : ۴ (اپریل ۱۹۹۲ء) ص ۷ - ۱۵

قریشی، مقبول احمد "حکیم الامت ۔۔۔ دانائے راز" روز نامہ پاکستان، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

قزلباش، آغا شاعر "گرامی، اقبال اور حشر" اقبال، لاہور ۳۹ ر ۴۰ : ۱ ر ۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء، جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۱۲۰ ۔ ۱۲۸

قلعداری، ڈاکٹر احمد حسین (مرتب) "زمیندار کالج گجرات میں اقبال شناسی: مجلہ "شاہین" میں مندرج مضامین" اقبال، لاہور ۳۹ ر ۴۰ : ۱ ر ۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء، جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۲۲۹ ۔ ۲۴۳

کلیم اختر "اقبال اور سید محسن شاہ (مرحوم)" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء)

"اقبال اور شاہ ہمدان" روز نامہ مشرق، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲)

"اقبال اور شیخ نور الدین رشی ولی" روز نامہ مشرق، لاہور (۱۷ اپریل ۱۹۹۲ء)

"اقبال اور مجدد الف ثانی" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

"علامہ اقبال اور چوہدری خوشی محمد ناظر" روز نامہ مشرق، لاہور (۸ مئی ۱۹۹۲ء)

"علامہ اقبال اور وسطی ایشیا کی مسلم ریاستیں" روز نامہ مشرق، لاہور (۱۸ مئی ۱۹۹۲ء)

"علامہ اقبال کے خطوط میر خورشید احمد کے نام" روز نامہ مشرق، لاہور (۱۰ جولائی ۱۹۹۲ء)

"علامہ محمد اسد اور علامہ محمد اقبال" (تین اقساط) روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۵ تا ۷ مئی ۱۹۹۲ء)

"کشمیر کی تحریک حریت" اقبالیات (اردو)، لاہور ۳۲ : ۴ (۱۹۹۲ء) ص ۱۹ ۔ ۳۲

کلیم سہسرامی "نذر اقبال" سیارہ، لاہور ۴۲ : ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۷

کلیم، محمد خان "غزل" سیارہ، لاہور ۴۲ : ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۰

کوثر، مرزا فیض "اقبال رحمۃ اللہ علیہ" روز نامہ مشرق، لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

گل بادشاہ "اعتراف بحضور اقبال" سیارہ، لاہور ۔ ۴۲ : ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۴۱

گورایہ، محمد بشیر "اقبال اور اقوام مغرب" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

گورایہ، محمد یوسف "اقبال تاریخی پس منظر میں" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۲۷ نومبر ۱۹۹۲ء)

"علامہ اقبال اور جدید اسلامی ریاست میں تعبیر شریعت" طلوع اسلام، لاہور۔ ۴۵: ۱۰ (اکتوبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۵۔۳۰

"علامہ اقبال اور مجتہدین امت" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

گوہر ملسیانی "علامہ اقبال اور اسلامی ثقافت" سیارہ، لاہور۔ ۴۳: ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۱۹۳ء۔۲۰۳

لکھوی، معین الدین "اقبال اور فرزند اقبال" روز نامہ پاکستان، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

مائل کرنالی "ہمارا اقبال" سیارہ، لاہور۔ ۴۳: ۵ (جون، جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۴۷

متین حیدر "کلام اقبال میں مقام حسین" وحدت اسلامی، اسلام آباد ۸۹ (جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۲۔۲۴

مجاہد، رضوان احمد (مبصر) "احوال و آثار اقبال، چند پہلو" از ڈاکٹر محمد باقر، اقبال، لاہور۔ ۳۹،۳۸: ۴،۱ (اکتوبر ۱۹۹۲ء، جنوری ۱۹۹۳ء) ص ۲۶۰۔۲۶۴

مجید جامی "اقبال اور عرشی" روز نامہ مشرق، لاہور (۶ جولائی ۱۹۹۲ء)

"اقبال و عرشی" فیض الاسلام، راولپنڈی ۴۴: ۲ (جون ۱۹۹۲ء) ص ۱۹۔۲۵

محسن جعفری "حضرت علامہ اقبال کا کشمیر سے عشق" روز نامہ پاکستان، لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

محمود فریدی "تفکر ـــــ اسلامی حدود ـــــ علامہ اقبال" روز نامہ نوائے وقت، لاہور (۲۵ اپریل ۱۹۹۲ء)

مرزا ادیب (مبصر) "گلشن اقبال :اقبالیات سے متعلق ایک مختصر مگر جامع کتاب

"از اسرار احمد سہاروی ۔ روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

مرزا' خان زمان "اقبال' پاکستان اور کشمیر" روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

مسلم' محمد بخش "علامہ اقبال غلام مصطفیٰ" تھے" ضیائے حرم' بھیرہ۔ ۲۳: ۲ (نومبر ۱۹۹۲ء)

ص ۴۸ ۔ ۵۴

مشتاق اسلام آبادی "رحمت حق تجھ پر اے اقبال!" روز نامہ نوائے وقت' لاہور

(۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

المصری' سید حسین مجیب "المراۃ فی شعر محمد اقبال" اقبالیات (عربی)' لاہور ۔ ۱: ۱ (۱۹۹۲ء)

ص ۸۹ ۔ ۹۶

مظہر امام "اقبال ---کل اور آج" اقبال' لاہور ۔ ۳۹ ر ۴۰ بر ۴ (اکتوبر ۱۹۹۲ء' جنوری ۱۹۹۳ء)

ص ۔ ۸ ۔ ۹۸

مقبول الٰہی "اقبال' ایلیٹ اور روایت" سیارہ' لاہور ۴۲: ۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء)

ص ۴۰۰ ۔ ۴۰۸

منصوری' محمد اسحاق "عوام اور اقبال" افکار معلم' لاہور ۴: ۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۵۳

منظور حسین "اقبال بطور ماہر تعلیم" اردو نامہ' لاہور ۱۱ :۹ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۸ ۔ ۱۹

منور' محمد "افکار اقبال کو سمجھنے کے لیے عربی جاننا بہت ضروری ہے" (انٹرویو) روز نامہ "عوام"

فیصل آباد (۲۶ نومبر ۱۹۹۲ء)

"اقبال اولاد آدم کی فکری وراثت کے علمبردار ہیں" روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۵ نومبر ۱۹۹۲ء)

اشاریہ اقبالیات رسائل و جرائد

" حضرت علامہ اقبال اور تحریک پاکستان " روز نامہ پاکستان ' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

" حیاۃ اقبال " تعریب از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ اقبالیات (عربی) ' لاہور۔ ۱:۱ (۱۹۹۲ء) ص ۱۱۔ ۳۶

" علامہ اقبال اور آدم کی خود گریزی " سیارہ ' لاہور۔ ۴۲: ۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۷۷۔ ۸۵

" علامہ اقبال اور خطائے الہام " روز نامہ نوائے وقت ' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

" علامہ اقبال ' چودھری رحمت علی اور تحریک پاکستان " روز نامہ نوائے وقت ' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

ناصح ' ڈاکٹر محمد مہدی " گل واژہ (لالہ اقبال) " اقبالیات (فارسی) ' لاہور۔ ۱:۸ (۱۹۹۲ء) ص ۱۰۷۔ ۱۳۰

ناصر زیدی " بحضور اقبال " سیارہ ' لاہور۔ ۴۲: ۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۴۳

نذر حسین شاہ " فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی ۔ علامہ اقبال کا کلام آفاقی علوم کا آئینہ دار ہے " روز نامہ مشرق ' لاہور (۲۶ اپریل ۱۹۹۲ء)

نور اللہ " لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری ۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کی ۵۴ ویں برسی پر خصوصی تحریر " روز نامہ جنگ ' لاہور (۱۲ اپریل ۱۹۹۲ء)

نذیر مومن " مقام اقبال " اقبال ' لاہور۔ ۳۸ ' ۳۹ : ۴ ' ۱ (اکتوبر ۱۹۹۱ء ' جنوری ۱۹۹۲ء) ص ۱۔ ۴۲

نسیم ' عنایت اللہ " اقبال کے حضور میری حاضری ۔ علامہ اقبال کی رائے پوری ملت اسلامیہ میں اہم سمجھی جاتی تھی " روز نامہ مشرق ' لاہور (۱۹ اپریل ۱۹۹۲ء)

نظر برنی " اقبال کے کلام میں طنز " کتاب نما ' نئی دہلی ۳۲: ۸ (اگست ۱۹۹۲ء) ص ۴۷۔ ۵۱

نعیم صدیقی " اقبال ' تہذیب فرنگ اور احیائے تہذیب اسلامی " سیارہ ' لاہور۔ ۴۲: ۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۹۔ ۱۱

" اقبال ' قلندر جلال آبادی اور دوسرے لوگ ۔۔۔ تازہ ترین اہم ملاقاتیں " سیارہ ' لاہور۔ ۴۲: ۵ '

(جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۴۳۹ ۔ ۴۵۱

"چہ گفت و باکہ گفت و از کجا بود ۔ ایک گفتگو" سیارہ' لاہور۔ ۴۳ :۵ (جون ' جولائی ۱۹۹۲ء)
ص ۴۵۲ ۔ ۴۵۶

نقش ہاشمی "شاعر مشرق کے حضور" سیارہ' لاہور۔ ۴۳ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۲۹۲

نقوی' آفتاب احمد "مطالعے کے میز پر' سیارہ' کی اشاعت خاص ۔ اقبال نمبر"
روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۵ نومبر ۱۹۹۲ء)

وحید اختر' ڈاکٹر "اقبال اور اسلامی فکر کی تشکیل نو" اقبالیات (اردو)' لاہور۔ ۳۲ :۴ (۱۹۹۲ء)
ص ۱۔ ۱۸

وحید عشرت ڈاکٹر "اقبال کا فلسفہ انقلاب" اقبالیات (اردو)' لاہور ۳۲ :۴ (۱۹۹۲ء)
ص ۳۵ ۔ ۴۳

ہاشمی' ڈاکٹر رفیع الدین "اقبال اور نظام عالم کی تشکیل جدید" سیارہ' لاہور۔ ۴۳ :۵ (جون'
جولائی ۱۹۹۲ء)' ص ۔ ۱۳۲ ۔ ۱۵۲

"تصانیف اقبال کا اشاعتی معیار" سیارہ' لاہور۔ ۴۳ :۵ (جون' جولائی ۱۹۹۲ء) ص ۴۵۷ ۔ ۴۶۰

"عالم عرب میں اقبال شناس" سفید چھڑی' سرگودھا ۲ :۱ (اگست ۱۹۹۲ء) ص ۱۸ ۔ ۲۲

"علامہ اقبال اور میر حجاز" افکار معلم' لاہور۔ ۴ :۱۱ (نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۲۱ ۔ ۳۱

"علامہ اقبال' نیو ورلڈ آرڈر اور مسلم امہ" روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

"قرطبہ میں اقبال کانفرنس" (تین اقساط) روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۲۹ ۔ ۳۰ ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء)

"وسطی ایشیا اور علامہ اقبال کے خواب" روز نامہ نوائے وقت' لاہور (۲۱ اپریل ۱۹۹۲ء)

ہاشمی' عبداللہ شاہ "اسفار اقبال ۔۔۔ مقاصد اور اہم واقعات" ماہ نو' لاہور۔ ۴۵ :۱۱
(نومبر ۱۹۹۲ء) ص ۲۷ ۔ ۳۴

یزدانی' خالد "دیدہ ور" روز نامہ پاکستان' لاہور (۶ نومبر ۱۹۹۲ء)